ترجمہ عربی اخبار المنار کا

متعلق

جواز لباس و طعام اہل کتاب

سنہ ۱۹۰۳ع

مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈہ

کیا سر سید نے مصر میں جنم لیا ھی اور تھذیب الاخلاق المنار کی شکل میں ظاھر ھوا ھی ؟

مرحوم سر سید احمد خاں کو خدا نے عجیب دل و دماغ دیا تھا ' کہ ایسے زمانہ میں جبکہ نہ صرف عوام بلکہ علماے اعلام اور فقہاے کرام عموما تقلید کے طرق و سلاسل میں جکڑے ھوئے تھے ' مذھبی مسائل میں محققانہ بحث شروع کی — اور جن اوھام اور تعصبات میں بزرگان ملت گرفتار تھے ' اور اسلام کے سہل اور آسان احکام کو نہایت پیچیدہ اور مشکل بنا دیا تھا ' اور عادت اور رسم کو مذھب اور شریعت قرار دے رکھا تھا ' اُس وقت وہ شیردل تقلیدی لباس اُتار کر اسلام کی اصلی صورت اور اُس کے اصلی احکام دکھانے پر مستعد ھوا ' اور بلا خوف لومۃ لائم جمہور کے خلاف اُس نے ھر عقیدہ اور ھر مسئلہ کی تحقیقات شروع کی — اور شریعت کو عادت سے جدا کرنے ' اور مسلمانوں کو اوھام اور تعصبات سے نکالنے ' کے لیئے اپنی مشھور پر زور تحریریں شایع کیں — اُس وقت نہ صرف عوام میں ایک تھلکہ پڑگیا ' بلکہ حضرات علما اور فقہا ' قد کفر ' ' قد کفر ' کا شور مچانے ' اور سید کو کافر بنانے کے لیئے حرمین سے فتوے منگانے لگے — غالبا ابتدا میں جب سید نے ایسے خیالات ظاھر کرنے شروع کیئے ' ایک مسلمان بھی تمام ھندوستان میں ایسا نہوگا جسنے سید سے اختلاف نہ کیا ھو ' یا کم سے کم اُن کے خیالات کو تعجب اور حیرت کی نظر سے نہ دیکھا ھو *

اکثر لوگوں کو وہ زمانہ یاد ھوگا ' جب اُنھوں نے انگریزی لباس پہننے کو جائز ' اور اھل کتاب کے ساتھہ کھانے اور اُن کے ذبیحہ کو مباح بتایا تھا — اور لباس کے جواز اور اباحت کی یہہ وجہ قرار دی تھی ' کہ وہ دینی امور میں سے نہیں ھی بلکہ رسم اور عادت میں داخل ھی — شرع نے

کے لیئے کوئی حکم نہیں دیا ' نہ مسلمانوں کے لیئے کوئی خاص لباس مقرر کیا هی — اور انگریزوں کے ساتھہ کھانا کھانے اور اُن کے ذبیحہ کی حلت قرآن مجید سے ثابت کی هی اُس وقت تمام علما نے اُس کی تردید کی — اور من تشبہ بقوم کی حدیث سے انگریزی لباس پہننا ممنوع ' اور آیۃ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ سے انگریزوں کے ذبیحہ کو حرام ' قرار دیکر مرحوم کو کافر ٹھیرایا ' ؛

مگر وهی باتیں جو ۳۵ برس اول مرحوم نے کہی تھیں ' اب ممالک اسلامیہ کے مشاهیر علما کہنے لگے هیں ' اور اُن خیالات کو جو سر سید نے ظاهر کیئے تھے ' اب مصر کے عالم اور مفتی نہایت آزادی اور صفائی سے شایع کررهے هیں — چنانچہ هم لباس اور طعام کے متعلق جو فتوے علماء مصر کا المنار میں چھپا هی ' اُس کا ترجمہ چھاپتے هیں — معلوم نہیں کہ اسے دیکھکر لوگ کیا کہیں گے — اگر مسلمان تناسخ کے قائل هوتے تو ضرور یہہ کہتے — کہ سر سید نے مصر میں جنم لیا هی اور " تہذیب الاخلاق " " المنار " کی صورت میں پھر شایع هوا هی ؛

انگریزی ٹوپی کا پہننا اور تشبہ بالنصاری

" هر سال مصر کے امراء اور حکام کا ایک گروہ کثیر یوروپ کا سفر کرتا هی اور وهاں جاکر وہ یوروپین لباس کا استعمال کرتا هی — ان لوگوں کا لباس علی العموم یوروپین هوتا هی اور سواے ٹوپی کے اور کسی چیز میں فرق نہیں هوتا ' اس لیئے اکثر مصری اپنے حکام کا اتباع کرکے ترکی ٹوپی پہنتے هیں جسکو ترکوں نے رومیوں سے لیا هی — مگر وہ یوروپ میں جاکر هیٹ کا استعمال کرتے هیں ' خواہ وہ ادنے هوں یا اعلی — اس سے صرف معدودے چند افراد مستثنی هوسکتے هیں ' جنکو بعض مسلمان اس باب میں ملامت کرتے هیں ' کہ وہ یوروپ میں جاکر بهی ترکی ٹوپی نہیں چھوڑتے — اکثر مسلمان خیال کرتے هیں کہ انگریزی ٹوپی کا استعمال مذهب میں مخل هی — حتی کہ اخبار " الحاضرہ " نے چند سال هوئے ' کہ خدیو مصر کی نسبت طعن کرنے کی جرات کی تهی - جبکہ اُس کو معلوم هوا تھا کہ وہ یوروپ میں انگریزی ٹوپی کا استعمال کرتے هیں — اور لکھا تھا کہ یہہ امر اسلام میں ممنوع هی — اور هم نے اس کا المنار کے کسی نمبر میں جواب دیا تھا " ؛

"آج کل مسلمانوں میں چرچا ہورہا ہی، کہ کسی عالم نے یہہ فتوی دیدیا ہی، کہ انگریزی ٹوپی کے استعمال سے مذہب میں کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا" — بیان کیا جاتا ہی کہ ٹرینسوال کے ایک مسلمان نے اُس عالم سے سوال کیا تھا کہ ٹرینسوال کے مسلمان نہایت مظلوم ہیں — ان کے حقوق صرف اس جرم میں پامال کیئے جاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں — ان کے ساتھہ وہاں کے حکام مساوات کا برتاو صرف اُسی حالت میں کرسکتے ہیں، جبکہ وہ لباس کے لحاظ سے ان کے مساوی ہوں، اور یہہ بغیر ٹوپی کے استعمال کے ہو نہیں سکتا - اُس عالم نے جواب دیا کہ -"لباس دینی امور میں سے نہیں ہی بلکہ وہ منجملہ عادات کے ہی — فقہا نے جہاں کفار کے ساتھہ تشبہ کو مکروہ لکھا ہی، وہاں اُس کے ساتھہ یہہ بھی قید لگادی ہی، کہ وہ کسی مصلحت کی بناپر نہو، بلکہ صرف اُس کے مذہب کی تعظیم کی غرض سے ہو — اور ٹرینسوال کے باشندے جیسا کہ سایل کا بیان ہی تعظیم کی غرض سے ایسا نہیں کرتے، بلکہ انہوں نے اُس کے ترک کرنے سے بہت تکلیف اور نقصان اُٹھایا ہی" ❊

"اس مسئلہ کی بابت جو کچھہ ہمنے سنا ہی وہ یہی ہی، جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں - لیکن سنا جاتا ہی کہ بعض ملاؤں نے اس کو ایک بڑا مذہبی مشکل اور نازک مسئلہ خیال کیا ہی، اور اس میں بحث و گفتگو کر رہی ہیں - یہہ صرف ناسمجھی اور سنت اور تاریخ امت سے ناواقفیت کا باعث ہی - صحیح حدیثوں میں آیا ہی - کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ جو عیسائیوں کا لباس ہی، اور کسروی طیلسان جو ایران کے مجوسیوں کا لباس ہی، زیب بدن فرمایا ہی — اسیطرح صحابہ نے جن ممالک کو فتح کیا وہاں کا لباس اختیار کیا، حتی کہ نصاریٰ کی ٹوپی بھی — اور کسینے اس استعمال کو ناپسند نہیں کیا — صرف حضرت عمر نے عتبہ ابن غرقد کو دھوپ میں نکلنے اور عجمیوں کا لباس ترک کرنے کا حکم لکھا تھا، اس لیئے کہ اُن کو خوف تھا کہ مسلمانوں میں اسراف اور ناز و نعمت کی وبا نہ پھیل جاے، اور اُن کی قوت اور شوکت کمزور نہو جاے - یہہ حکم صرف ایک مصلحت پر مبنی تھا اور اس سے ہرگز تشریع مقصود نہ تھی، کیونکہ حضرت عمر

جانتے تھے کہ خود شارع علیہ السلام نے عجمیوں کا لباس پہنا ہی — مسلمانوں نے منصور کے حکم سے کفار کی ٹوپیاں پہن لی تہیں اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا ، صرف بعض شعرا نے اس واقعہ کی نسبت ہزلیات میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا تھا — مگر جب سلطان محمود خاں نے اپنی قوم کا لباس تبدیل کرنا چاہا ، تو مسلمانوں میں سخت ناراضی اور برہمی پیدا ہوئی — اس لیئے کہ وہ اپنی قدیم عادتوں کے ساتھہ مالوف ہوگئے تھے — لیکن اکثر ترک اہل الراے اس تغیر کو اصلاح کا اصل اُصول قرار دیتے ہیں — اس لیئے نہیں کہ لباس کے تغیر سے کوئی بہت بڑا فایدہ حاصل ہوا ، بلکہ اس واسطہ کہ مسلمان اپنی عادتوں پر جمے ہوئے تھے ، اس لیئے دولت عثمانیہ یورپ کی تقلید کرکے فوجی اور ملکی نظام سلطنت کا فائدہ حاصل کرنے پر مجبور ہی " *

" اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ لباس اور عادات میں اجنبی کے ساتھہ مشابہت اختیار کرنا اُس ضعف کا اثر ہی ، جو کمزور کو زبردست کے قدم بقدم چلنے پر مجبور کرتا ہی — لہذا قوم کو اپنی قومی عادات اور رسم و رواج کی سخت حفاظت کرنی چاہیئے ، تاوقتیکہ وہ مضر نہوں — اور اگر وہ بجاے ایک عادت یا رسم کے دوسری عادت یا رسم اختیار کرنا چاہیں ، تو یہہ امر محض اجنبی کی تقلید سے نہونا چاہیئے ، بلکہ قومی مصلحت اور قومی فوائد کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے — اس سے بھی نہیں انکار ہوسکتا ، کہ وہ مصری جو یورپ میں جاکر انگریزی ٹوپی کا استعمال کرتے ہیں قابل ملامت ہیں — اور وہ صرف ارادہ کی کمزوری سے ایسا کرتے ہیں — لیکن میں ہرگز یہہ نہیں کہہ سکتا ، کہ وہ خدا کی نا فرمانی کرتے اور اخروی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں — اگر لباس منجملہ دینی امور کے ہوتا تو اُس میں شارع کا اتباع واجب ہوتا — آپ ہمیشہ تہ بند اور چادر کا استعمال فرماتے تھے اور آپ نے کبھی پاجامہ نہیں پہنا ، بلکہ یہہ وسیع آستینوں اور طویل دامنوں کا جبہ بھی جو آج کل علماء اسلام کا خاص لباس ہی آپ نے کسیوقت استعمال نہیں فرمایا ، بلکہ اُسکی ممانعت کی ہی — اور رومی جبہ جسکی آستینیں نہایت تنگ ہوتی ہیں پہنا ہی — اس کی آستینیں اسقدر تنگ ہوتی تہیں کہ وضو کرنے کے لیئے اُسکے اُتار نے کی

ضرورت هوتي تهي — لباس کي بحث کو ميں نے اپني کتاب الحکمة الشرعيه ميں تفصيل کے ساتهه لکها هی — اُس کے ايک حصه کا اقتباس ذيل ميں درج کرتا هوں " *

" گذشته بيان سے معلوم هوتا هی که آنحضرت صلی الله عليه و سلم اور صحابه کرام نے قبا † اور فروخ ‡ اور کسروي طيلسان § اور مياثر || کا استعمال فرمايا هی ' اور يهه تمام مجوسيوں کے لباس هيں — اور نيز انهوں نے برانس ¶ اور رومي جبه کا استعمال کيا هی جو نصاري کا لباس هی — رومي جبه کا اوپر ذکر نهيں هوا هی — صحيحين کي روايتوں سے ثابت هی ' که آپ نے رومي جبه پهنا هی — اور آپ جب وضو ميں هاتهه دهونا چاهتے تهے تو دونوں هاتهه پيچهے سے نکال ليتے تهے ' کيونکه اُسکي آستينيں اسقدر تنگ تهيں که اُنکا چڑهانا نا ممکن تها — اور نيز اُنهوں نے يمن کي مختلف اقسام کي چادريں استعمال کي هيں — يهه کپڑے مثل اور کپڑوں کے عراق ' شام ' مصر ' اور يمن سے عرب ميں آتے تهے ' نه يهه که اهل عرب لباس کے بنانے ميں اُن قوموں کي تقليد کرتے تهے — کيونکه انهيں صنعت و حرفت کا بالکل رواج نه تها — يهه اسبات کي دليل هی ' که شريعت نے لباس کي وضع قطع کو پهننے والے کي راے پر منحصر رکها هی ' اور کسي قوم کے ليئے دوسري قوم کا لباس پهنا حرام قرار نهيں ديا هی — کيونکه يهه امور منجمله عادات کے هيں جنکو حق الله اور حق العباد

---

† جبه — ايک نهايت طويل کپڑا هی جس کي آستينيں کٹي هوئي هوتي هيں —

‡ فروخ — ايک قسم کي قبا هی جس کا پچهلا دامن بيچ ميں سے کٹا هوا هوتا هی —

§ طيلسان — ايران ميں ايک قسم کي چادر هوتي هی —

|| ميثره — ايک قسم کا گدا جو ايران ميں مستعمل تها —

¶ برنس — ايک لمبي ٹوپي هی — بخاري ميں هی که حضرت انس رضي الله عنه نے زرد برنس کا استعمال کيا جو ريشمي تهي اور قسطلاني شرح صحيح بخاري ميں لکها هی که لوگ يا عورتيں صدر اسلام ميں برنس کا استعمال کرتے تهے اور يهه نصاری کا لباس هی —

سے کوئی تعلق نہیں ھی - بے شک یہہ صحیح ھی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اکثر تہ بند اور رداء کا استعمال کیا ھی - اسکی یہہ وجہ نہیں کہ اس لباس کی اولویت اور افضلیت میں کوئی وحی نازل ہوئی تھی - بلکہ صرف اسلیئے کہ یہہ آپکی قوم کا لباس تھا، اور نیز وہ ملک حجاز کی (جو گرم ھی) حالت کے مناسب تھا - چونکہ شریعت میں لباس کی کسی خاص قطع اورھیئت کی افضلیت نہیں بیان کی گئی، (کیونکہ شریعت کا کام ایسے امور کو بیان کرنا ھی جو لباس کی نسبت زیادہ تر اہم ھوں) اسلیئے مناسب یہہ ھی کہ لباس کے معاملہ کو عقل سلیم اور رائے صحیح کے تابع رکھا جاوے، اور جو لباس وقت اور موقع کے مناسب ھو اُسکو ترجیح دیجاوے " *

" یہہ ایک عجیب بات ھی کہ لباس کے معاملہ میں بلکہ شریعت میں بھی فقہا نے عادۃ کو حُکمؔ قرار دیا ھی - پس شارع نے جس لباس کو کسیوجہ سے مکروہ قرار دیا ھی فقہا نے باوجود اُسوجہ کے موجود ہونے کے اُسکو مستحسن خیال کیا ھی - اور اُن کی دلیل صرف یہہ ھی کہ وہ لباس عادت میں داخل ھوگیا ھی — لمبی کپڑے کی ممانعت اور جرّ ثوب کی وعید حدیث میں مذکور ھی، اور فقہا نے اس امر پر اتفاق کیا ھی، کہ اگر تکبر اور فخر کے طور پر لمبی دامن اور لمبی آستینیں رکھی جاویں تو حرام ھی، اور اگر بطور فخر کے نہو تو شرعاً مکروہ ھی — اس کے بعد آپ کو تعجب ھوگا، شیخ الحلفی جیسا شخص اپنے جامع صغیر کے حاشیہ میں اُس حدیث کی تفسیر میں لکھتا ھی کہ " ٹخنوں سے نیچا کپڑا پہننے کی کراھت صرف اُن لوگوں کے لیئے مخصوص ھی، جن کی یہہ عادت میں داخل نہیں ہوا، جیسے کہ اھل مصر ھیں - نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض کا یہہ قول نقل کیا ھی اور اُس کی تائید کی ھی " غرضکہ جو لباس طول اور وسعت میں حاجت اور عادت سے زاید ھو وہ مکروہ ھی " اور الشمس الرملی نے شرح منہاج میں لکھا ھی کہ " کپڑوں اور آستینوں کا زیادہ وسیع کرنا بدعت اور اسراف اور مال کا ضائع کرنا ھی " اس کے بعد لکھا ھی کہ " ھاں جو لباس علماء کا شعار قرار پا چکا ھی اُس کا پہننا ان کو مستحب ھی، تاکہ وہ اس خاص لباس کے ذریعہ سے پہچان لیئے جائیں اور لوگوں کو ان سے

سوال کرنے میں آسانی ہو" ان اقتباسات سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ جو لباس نص شارع سے حرام اور مکروہ ہی ' اُس کو اُنہوں نے شرعاً مستحب قرار دیا ہی - اس مسئلہ میں جو شبہہ اُن کو واقع ہوا ہی اُس کی کمزوری بھی آپ کو معلوم ہوگئی ہوگی — کیونکہ اگر یہہ امر تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ علماء کے لیئے ایک خاص قطع کا لباس ہونا چاھیئے ' تاہم یہہ ضروری ہی کہ وہ قطع ایسی ہو جس کی شارع نے صریح ممانعت نہ کی ہو" *

" اگر شریعت میں عادت کو حکم قرار دینا صحیح ہی جیسا کہ فقہا کا قول ہی ' تو اس میں شک نہیں کہ اس ممنوع لباس کا وبال علماے سلف میں سے اُس شخص کی گردن پر ہوگا جس نے علماء کے لیئے اُس کو اختراع کیا ہی — مجھکو معلوم نہیں کہ علما کا لباس جو طریقہ سنت سے بہت دور اور مصلحت کے خلاف ہی ' اُس کا اختراع کرنے والا کون ہی — لیکن مجھکو صرف اسقدر معلوم ہی کہ جس شخص نے علماء کے لیئے ایک مخصوص لباس لازمی قرار دیا ' وہ قاضی ابو یوسف ہیں — غالبا یہہ مجوزہ لباس اس قدر طویل اور وسیع نہوگا جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہی — اگر یہہ امر صحیح مان لیا جاوے کہ جس طرح عادت پر قایم رہنا مشروع ہی ' اسی طرح عادت کی ابتدا کرنا بھی مشروع ہی' تو قاضی ابو یوسف کی بریت ہوجاتی ہی — ہمارے علماء کرام عادت کی غلامی میں اس قدر گرفتار ہوگئے ہیں' کہ اگر کوئی عالم دامنوں کی درازی اور استینوں کی لمبائی چوڑائی میں کمی کرتا ہی تو وہ اس فعل کو نہایت مکروہ خیال کرتے ہیں - پس اگر وہ عادت سے مجبور ہوکر نصاری کی توپی کے استعمال کرنے پر انکار کریں کچھہ تو تعجب نہیں کرنا چاھیئے ' اگرچہ یہہ استعمال کسی مصلحت اور دفع مضرت پر مبنی ہی — ہمارے علماء کو معلوم ہی کہ صدر اسلام میں صحابہ اور تابعین نے نصاری کی توپیاں استعمال کی؛ ہیں ' جیسا کہ بخاری اور اُسکی شرح میں وارد ہوا ہی " *

" فقہا کی بڑی دلیل جو عوام کالانعام میں نہایت مقبول ہوتی ہی یہہ ہی = کہ یہہ نصارے کے ساتھہ تشبہہ ہی ' جنکی مخالفت ہم پر واجب ہی — یہہ جملہ بالعموم صحیح نہیں ہی ' بلکہ وہ صرف اُن

دیني امور کے ساتھہ مخصوص هی جو همارے ذہن میں نہیں پائے جاتے ' مثلاً جنازہ کے ساتھہ اشعار پڑھتے ہوئے چلنا ' نعش کے اگے آگے انگیٹھیاں لیکر چلنا ' اولیا اور صالحینؑ کي قبور کو عبادت گاهیں قرار دینا — ان تمام امور میں هم نے نصاری کے ساتھہ تشبہ اختیار کیا هی ' بلکہ ان امور کو هم نے اپنا مذهبي شعار بنالیا هی — حالانکہ صحیح احادیث میں ان کي ممانعت وارد هی — لیکن دنیوي امور میں جیسا کہ کہانا پینا اور لباس هی هرگز مخالفت واجب نہیں هی — بلکہ عادات میں لوگوں کے قریب قریب ہونے سے ان میں باهم الفت پیدا هوتي هی ' اور نفرت جو ایک فریق کو دوسرے فریق کے فضایل سے اندها کرنے والي هی دور هوجاتي هی — اور جب نفرت زایل هوجائیگي تو حق خود بخود باطل پر غالب هوجائیگا — آپکو معلوم هوچکا هی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے قطع نظر نصاری کے ' جن کو قرآن مجید مسلمانوں کے ساتھہ محبت کے لحاظ سے زیادہ تر قریب بتاتا هی ' مشرکوں اور آتش پرستوں کا لباس استعمال کیا هی — اس کي نسبت اکثر فقہا کا قول یہہ هی کہ صرف تشبہ کي غرض سے ایسا کرنا مکروہ هی ' بلکہ کسي لباس کا اختیار یا ترک کرنا فائدہ اور مصلحت پر مبني هونا چاهیئے — اهل مصر کے لیئے انگریزي ٹوپي کے استعمال کرنے میں میرے نزدیک کوئي مصلحت نہیں هی بلکہ ان کے لیئے مضر هی ' کیونکہ اس سے ان کے استقلال کي اُمید کمزور هوتي هی — مگر ترینسوال اور راس گدهوپ کے باشندوں کي نسبت بوجہ قلت تعداد کے استقلال کي اُمید باقي نہیں رهي — تاهم ان کو بهي اپني ان عادتوں کي حفاظت واجب هی جو شریعت کے خلاف نہیں هیں ' جن میں مخالفت مضر نہیں هی — ضرر اگر محقق هو تو اُس سے بچنا شرعاً واجب هی ' اور اگر مظنون هو تو مستحب هی — شرعي قاعدہ یهي هی — مگر اکثر لوگ عادات کے غلام هیں ' سوائے ان کے جو اندهي تقلید سے نکل گئے هیں " *

" لباس میں اجنبي کي تقلید کي بحث کو میں نے الحکمة الشرعیة میں مفصل لکہا هی اور اُس کا ایک حصہ المنار کي جلد اول میں نقل کیا هی " المنار نمبر ۱۸ صفحہ ۷۱۰ لغایت ۷۱۹ *

الفتاوی الثلاث
في
لبس قلنسوة اهل الکتاب واکل ذبائحہم
واقتداء الشافعیہ بالحنفیة

اهل کتاب کي ٹوپي پہننا - اُن کا ذبیحہ کہانا - شافعیوں اور حنفیوں کا ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا -

---

گذشتہ نمبر میں هم اس شہرت کا ذکر کرچکے هیں کہ ٹرنسوال کے ایک مسلمان کو کسي مصري عالم نے یوروپین ٹوپي کے استعمال کرنے کے جواز کا فتوی دیدیا هی ' اور بعض لوگوں نے اسکو بوجہ مذهبي ناواقفیت کے سخت نا پسندیدہ امر خیال کیا هی - اور نیز اس مسئلہ کے متعلق شارع علیہ السلام سے جو هدایتیں منقول هیں ان کو بهي بیان کرچکے هیں ' جن سے ثابت هوتا هی کہ اسلام نے اپنے پیروں کو کسي خاص لباس کا پابند نہیں کیا — کیونکہ لباس منجملہ اُن عادتوں کے هی ' جو قوموں کی ضرورتوں اور ان کے مذاق اور انکے ممالک کي آب و هوا کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف هوتي هیں — پس اگر مذهب اسلام جو تمام دنیا کے لیئے ایک عام مذهب هی ' دنیا کي تمام قوموں کو کسي خاص عادت مثلا حجاز کے لباس کا پابند کرتا ' تو یہہ بات حکمت کے خلاف هوتي — یہي وجہ هی کہ پیغمبر اسلام علیہ التحیة والسلام نے عیسائیوں اور مجوسیوں اور مشرکین کا لباس پہنا هی ' جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت هی ' جن میں سے بعض کیطرف هم اشارہ کرچکے هیں — اور یہي وجہ هی کہ هر ایک ملک کے مسلمانوں کا لباس اُس کے ملک کے دوسرے باشندوں سے ملتا جلتا هوا معلوم هوتا هی - بلکہ ان کا اکثر لباس عیسائیوں سے ماخوذ هی ' اسیطرح ترکوں کا تمام لباس بالکل عیسائیوں سے لیا هوا هی *

اُس مضمون کے لکہنے کے بعد بعض اخبارات میں هماري نظر سے گذرا ' کہ یہہ فتوی مفتي مصر نے دیا هی اور نیز اُنہوں نے دو فتوے اور دیئے هیں '

جن کي نسبت بعض جہال میں بہت کچھہ شور و شغب ہورہا ہی — ایک اخبار نے اُن سوالات کو جو مفتي کے سامنے پیش کیئے گئے معہ ان کے جوابات کے شائع کیا ہی — بیان کیا جاتا ہی کہ ایک صاحب اخبار نے وہ کاغذ جس پر مفتي مصر کے قلم کا فتوی لکھا ہوا تھا، بہت زیادہ قیمت دیکر خرید لیا ہی — کیونکہ وہ خیال کرتا ہی، کہ اس ذریعہ سے ثابت ہوجائیگا کہ اُنھوں نے حکومت کے مذھب کے خلاف فتوی دیا ہی اور وہ مورد الزام ٹھیرینگے — اور اس کے بعد اُسکو اخبارات میں شائع کرنے اور اُسکي تردید کرنے کي کوشش کي — اس صاحب اخبار کو اگر یقین تھا کہ یہہ فتوی سراسر غلط ہی یا اُس میں کوئي غلطي ہی، تو اُس پر واجب تھا کہ وہ ہر گز اس امر کي تصریح نکرتا کہ مسلمانوں کے ایک بڑے امام نے ایسا فتوی دیا ہی — کیونکہ بے شمار اشخاص مشرقي اور مغربي ممالک میں امام کے فتوی کو معتبر اور مستند سمجھتے اور اُسپر عمل کرتے ہیں — ایک سیاسي اخبار کي مخالفت سے اُس فتوے کي صحت میں ہر گز کسیکو شک و شبہہ نہیں ہوسکتا *

وہ سوالات جو ترنسوال کے مسلمان نے مفتي کے سامنے پیش کیئے تھے حسب ذیل ہیں *

(۱) ان ممالک میں بعض مسلمان ایسے پائے جاتے ہیں جو اپني کاروباري ضرورتوں اور اپنے فوائد کے لحاظ سے عیسائیوں کي ٹوپي پہنتے ہیں — یہہ امر شریعت میں جائز ہی یا نہیں ؟ *

(۲) ترنسوال کے عیسائیوں کا ذبح کرنے کا طریقہ مسلمانوں کے خلاف ہی، کیونکہ وہ اول گاے کو کلہاڑي سے مارتے ہیں اور اس کے بعد بغیر خدا کا نام لیئے اُس کو ذبح کرتے ہیں — اور بکري کو بھي بغیر خدا کا نام لیئے ذبح کرتے ہیں — کیا یہہ جائز ہی یا نہیں ؟ *

(۳) شافعي بغیر بسم‌الله کے حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور نیز ان کے پیچھے عیدین پڑھتے ہیں — ظاہر ہی کہ بسم‌الله کي فرضیت اور عیدین کي تکبیرات میں حنفیوں اور شافعیوں کے درمیان اختلاف ہی — پس آیا ایک فریق کي نماز دوسرے فریق کے پیچھے صحیح ہی یا نہیں — ؟ *

بھي الفاظ ھيں اُن سوالات کے جو بعض اخبارات ميں شايع ھوئے تھے — اول سوال کي نسبت ھم بحث کرچکے ھيں — دوسرے سوال سے بظاھر يہہ معلوم ھوتا ھی کہ اُن کے اس فعل کے جواز و عدم جواز کي نسبت سوال کيا گيا ھی — مگر ايک مسلمان کا کام يہہ نہيں ھی کہ وہ کسي غير مسلمان کے افعال کے جواز و عدم جواز سے بحث کرے کہ وہ في نفسہ کيسے ھيں — اس ليئے ضرور ھی کہ سوال سے يہہ مقصد ھوگا کہ آيا مسلمان کو اُسکا کھانا جايز ھی يا نہيں ' اور اس کي نسبت مفتي نے جواز کا فتوي ديا ھی ' اور قرآن مجيد کي آيت سے استدال کيا ھی' اور يہہ جمہور صحابہ و تابعين اور ايمہ مسلمين کے اقوال کے موافق ھی - يہہ اقوال ھم آگے چل کر نقل کرينگے — تيسرے سوال کي نسبت بھي جواز کا فتوي ديا ھی ' وہ بلا استثناء سلف صالحين کے عمل کے موافق ھی — صرف جاھل اُس کا انکار کرسکتے ھيں — کيونکہ بعض فقہا حنفي اور شافعي نے اس اختلاف کو نقل کيا ھی' اور يہہ اختلاف صرف اُن کے استنباط پر جس کي بنياد محض تعصب پر ھوتي ھی مبني ھی - يہہ فريقي تعصب مسلمانوں ميں باھم تفرقہ ڈالتا اور ان کو ايسے جدا جدا فريق بناتا ھی ' کہ ايک فريق دوسرے فريق کي عبادت کو باطل قرار ديتا ھی — گويا کہ ان لوگوں کي راے يہہ ھی کہ مسلمانوں ميں ھر مذھب والوں کے ليئے جدا جدا مسجديں ھوني چاھيئيں جيسا کہ نصاري ميں رواج ھی *

امام احمد کي راے تھي' کہ فصد اور حجامت اور نکسير ميں وضو کرني چاھيئے — پس ان سے کہا گيا کہ اگر امام کے خون نکلا اور اُس نے وضو نکيا تو کيا آپ اُس کے پيچھے نمازنہيں پڑھينگے — اُنہوں نے کہا کہ ميں امام مالک اور سعيد بن المسيب کے پيچھے کيونکر نماز نہ پڑھونگا — سلف صالحين کي عموما يہي حالت تھي — اس کے بعد خلف کا زمانہ آيا — اُنہوں نے از راہ تعصب دين ميں تفرقہ ڈالديا — مگر مذھبي تعصب کي شدت اِس زمانہ ميں کم ھوگئي ھی' اسليئے مفسدہ پردازوں کو اس جواب ميں شور و شغب کرنے کي کوئي وجہ معلوم نہيں ھوتي *

طعام اھل کتاب

ذبيحہ اھل کتاب کے مسئلہ کي نسبت اخبار مذکور نے بہت زيادہ شور وشغب مچايا ھی — سوال سے معلوم ھوتا ھی کہ ترنسوال کے

عیسائي گاے کو کلہاڑي سے مارکر ذبح کرتے هیں – جس لفظ سے بعض مسلمانوں کو مخالفت کا موقع ملا هی وہ یہہ هی ' کہ ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں پکارتے – مفتي نے نص آیت کے مطابق فتوی دیا هی خداوند تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا هی " † و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم " یہہ خدا نے تحریم میتة کے بعد فرمایا ' اور ان کا ذبیحہ همارے لیئے حلال کیا هی ' اور وہ خوب جانتا هی ' کہ اهل کتاب ذبح کے وقت کیا کہتے اور عزیر و مسیح کي نسبت کیا اعتقاد رکھتے هیں – هم سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کے بعض اقوال اس مسئلہ کي نسبت نقل کرتے هیں — اور میتة اور جس پر ذبح کے وقت خدا کا نام نہ پکارا جاوے اُس کے حرام هونے میں جو بحث هی ' اُس کو بھي بیان کرتے هیں *

" فتح البیان في فهم مقاصد القرآن " میں مذکورہ بالا آیت کي تفسیر میں لکھا هی " غرضکہ ذبیحہ کي حلت مطابق اُس تفصیل کے جو فروع میں قرار دي گئي هی ملاکحت کي حلت کے تابع هی — اور طعام اُس چیز کا نام هی جو کھائي جاے – اور منجملہ اُس کے ذبیحہ هی — اکثر اهل علم کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ هی اور اسي کو خازن نے مرجح لکھا هی — اور یہہ دلیل هی اس بات کي ' کہ اهل کتاب کا تمام کھانا گوشت وغیرہ مسلمانوں کے لیئے حلال هی ' اگرچہ اُنھوں نے اپنے ذبیحہ پر خدا کا نام نہ پکارا هو پس یہہ آیت " ولا تاکلوا مما لم یذکراسم‌الله علیه " کے لیئے مخصص هوگي — اس سے صاف ظاهر هی کہ اهل کتاب کا ذبیحہ حلال هی ' اگرچہ یہودي نے اپنے ذبیحہ پر عزیر کا نام اور نصراني نے مسیح کا نام پکارا هو ‡ – اور یہي راے هی ابوالدردا ' عبادہ بن الصامت ' ابن عباس ' زهري ' ربیعہ ' شعبي اور مکحول کي هی – اور علی ' عائشہ ' اور ابن عمر کہتے هیں – کہ اگر تم کو معلوم هو کہ کسي کتابي نے ذبیحہ پر غیراللہ کا نام پکارا هی تو اُس کو مت کھائیو — اور یہي قول هی طاوس اور حسن کا – اُنھوں نے اس آیت سے استدلال کیا هی

---

† اور اهل کتاب کا کھانا تمھارے لیئے حلال هی —

‡ کہاں هیں سر سید کے کافر کہنے والے اسے غور سے پڑھیں ! ! –

"† ولا تاکلوا مما لم یذکراسم‌الله علیه" اور یہي " و ما اهل لغیرالله "
سے معلوم ہوتا هی – امام مالک کہتے هیں که ایسا ذبیحه مکروہ هی حرام
نہیں – شعبي اور عطاء سے اُس کي نسبت پوچھا گیا ' اُنہوں نے کہا که
حلال هی ' کیونکه خدا نے ان کے ذبیحه کو همارے لیئے حلال کیا هی
اور وہ خوب جانتا هی ' که وہ ذبح کے وقت کیا کہتے هیں " یہه اختلاف
صرف اُس حالت میں هی جبکه معلوم ہوجاے که اهل کتاب نے ذبح
کے وقت غیرالله کا نام پکارا هی ' لیکن اس علم کے نہونے کي حالت میں
تو طبري اور ابن کثیر نے حلت پر اجماع نقل کیا هی ' جیسا که آیت
سے معلوم ہوتا هی — اور صحیح حدیث میں وارد ہوا هی که آنحضرت
صلی الله علیه وسلم نے اُس بھني ہوئي بکري کا گوشت تناول فرمایا
جو ایک یہودي عورت نے آپکو بطور هدیه کے بھیجي تھي " *

اس کے بعد بتلایا هی که اهل کتاب کون هیں اور بیان کیا هی ' که
حضرت علي نے بني تغلب کو اهل کتاب میں سے اس لیئے مستثنی کیا
هی ' که انہوں نے سوائے شراب نوشي کے عیسائیت سے اور کوئي فیض حاصل
نہیں کیا – اسکے بعد مجوسیوں کي نسبت جو اختلاف هی اُسکو ذکر کیا
هی ' اوراس کے بعدقرطبي کا یہه قول نقل کیا هی " جمہور اُمت کا قول
بھي هی که هرایک نصراني کا ذبیحه حلال هی خواہ بني تغلب سے ہو یا
کوئي اور ہو ' اور اسیطرح یہودیوں کا ذبیحه حلال هی " – تفسیر ابن جریر
میں اُسي کے قریب قریب هی جو هم اوپر بیان کرچکے هیں – اُس
میں صحابه سے بعض روایتیں ایسي منقول هیں جن سے معلوم ہوتا
هی ' که بوجه عموم آیت کے اهل کتاب کا وہ ذبیحه بھي حلال هی
جو وہ اپنے کنیسوں کے لیئے کرتے هیں — ان اقوال سے جو اُوپر نقل کیئے
گئے هیں صاف معلوم ہوتا هی ' که اهل کتاب کا ذبیحه جمہور مسلمانوں
کے نزدیک حلال هی ' اگرچه اُنہوں نے اسلامي طریقه کے مطابق ذبح
نه کیا ہو ' بلکه اگرچه اُنہوں نے اسلامي طریقه کے خلاف ذبح کیا ہو —
کیونکه آیت میں عموم هی – اور یہه آخري آیت هی جو کہانے کے معامله
میں وارد ہوئي هی – اور اسي آیت سے مفتي مصرنے استدلال کیا هی اور
ٹرینسوال کے عیسائیوں کي نسبت بیان کیا هی که وہ اپنے مذهب میں

---

† جس ذبیحه پر الله کا نام نه پکارا گیا ہو اُس کو مت کهاؤ —

سخت متعصب اور اپنی آسمانی کتاب کے نہایت سختی کے ساتھہ پابند ہیں اور لکھا ہی کہ " تحریم میتۃ اور ما اہل لغیراللہ کے بعد " الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " کا نازل ہونا گویا کہ اُس وہم کا دفعیہ ہی' جو ذبیحہ اہل کتاب کی حرمت کی نسبت پیدا ہوتا ہی — کیونکہ وہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں' اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی وہ یہی اعتقاد رکھتے تھے' سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا — اور لفظ اہل کتاب عام ہی' اُسکو ان چند اشخاص پر محدود کرنا جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور جنکی تعداد نہایت قلیل تھی صحیح نہیں ہی — پس بلا شک و شبہہ یہہ آیت عموما اہل کتاب کی ذبیحہ کی حلت پر ایک نص صریح ہی ' جیسا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق حلت کا اعتقاد رکھتے ہیں — تاکہ ان کے ساتھہ معاشرت کرنے اور معاملات کے برتنے میں کوئی دشواری اور تکلیف نہو — " مفتی مصر کا یہہ قول جمہور ائمہ کے اُن اقوال کے موافق ہی جنکو ہم اُوپر نقل کرچکے ہیں *

الفقہ فی تحریم المیتۃ و کیفیۃ التذکیۃ

" قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ اودما مسفوحاً او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اہل لغیراللہ بہ " *

" اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ کوئی کھانے والا ان چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو کچھہ کھالے تو میری طرف جو وحی آئی ہی اُسمیں تو میں اس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہہ چیزیں بیشک ناپاک ہیں یا وہ جانور موجب نافرمانی ہو کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کے لیئے نامزد کیا گیا ہو" *

اور اُس آیت میں جو سورۂ مائدہ میں مذکور ہی میتہ کے ساتھہ ان کو بھی شامل کیا ہی جو اُس کے حکم میں ہیں' یعنی جو بغیر قصد تذکیہ کے ہلاک ہوئے ہوں — مثلاً منخنقہ جسکی گردن رسی میں یا دو لکڑیوں کے درمیان پھنس جاوے اور گلا گھٹکر مرجاوے ' اور موقوذہ جو بلا قصد ذبح کے لاٹھی اور معمولی پتھر سے ماری جاوے اور وہ ہلاک ہوجاوے ' اور متردیہ جو اُونچی جگہہ سے گر کر مرجاوے' اور نطیحہ جو سینگ مارنے سے

مرجاوے ' اور جسکو درندے نے کہایا ہو - ان اقسام کے ذکر کرنے کے بعد
خداوند تعالی نے فرمایا ہی " الا ماذکیتم " یعني اس حکم سے صرف وہ
مستثنی ہی جسکو تم نے زندہ پالیا ہو اور بالقصد ذبح کیا ہو - اس
کے بعد فرمایا ہی " وما ذبح علی النصب " یعني جو نصب پر ذبح کي
گئي ہو - نصب چند پتھروں کا نام ہی جنپر مشرکین بتوں کے لیئے
قربانیاں کیا کرتے تھے *

جس پر غیراللہ کا نام پکارا جاوے اُسکي حرمت نہایت سخت قسم
کي حرمت ہی' کیونکہ اس کي حرمت نفس ایمان کي حفاظت سے
تعلق رکھتي ہي - کیونکہ ذبیحہ پر غیراللہ کا نام لینا جسکا وہ اعتقاد رکھتا
ہی ایک قسم کي بت پرستي اور مشرکین کا کام ہی - میتہ کي حرمت کي
علت میں بیان کیا گیا ہی کہ اُسکے بدن میں خون محتبس ہوجاتا ہی
اس لیئے اُس کا کہانا مضر ہوتا ہی -- علم طب کي رو سے یہہ تعلیل
بالعموم صحیح نہیں ہی ' اور نیز کتاب اور سنت کي رو سے بھي صحیح
نہیں ہی' کیونکہ اُس شکار کے کہانے کي اجازت دي گئي ہی جسکو
سکھائے ہوئے شکاري جانور پکڑلیں ' اور وہ بغیر ذبح کیئے ہوئے مرجاے - اور
یہي حکم اُس جانور کا ہی جو ہاتھہ سے شکار کیا جاوے -- خداوند تعالے
نے فرمایا ہی " † احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمو
نہن مما علمکم اللہ " یعني جو شکاري کتے اور دوسرے جانور نے اپنے مالک
کے لیئے شکار کیا ہو اور اُس میں سے نہ کہایا ہو وہ حلال ہی - احمد ' بخاري
اور مسلم نے عدي بن حاتم سے روایت کي ہی کہ " آنحضرت صلی اللہ
علیہ و سلم نے فرمایا جب کہ تو اللہ کا نام لیکر اپنے شکاري کتوں کو چھوڑ
دے پس جو کچھہ وہ تیرے لیئے شکار کریں وہ حلال ہی' بشرطیکہ کتے نے
اُس میں سے نہ کہایا ہو - اگر کتے نے کہا لیا ہی تو اُسکو مت کہا ' کیونکہ
مجھکو اندیشہ ہی کہ اُس نے اپنے ہي لیئے شکار کیا ہو" اور ایک روایت

---

† تمام پاکیزہ چیزیں ہیں جو تمہارے لیئے حلال کردي گئیں ' اور شکاري
جانور جو تم نے شکار کے لیئے سدھا رکھے ہوں اور شکار کا طریقہ جیسا تم کو
خدا نے سکھا رکھا ہی ویسا ہي تم نے ان کو سکھا دیا ہو یہہ شکاري جانور
جو شکار تمہارے لیئے پکڑ رکھیں (اور ذبح کرنے سے مر جاے) تو اُس کو
بے تامل کہا لو -

میں یہہ جملہ زیادہ ھی " عدي نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ اگر وہ شکاري جانور قتل کرڈالیں آپ نے فرمایا اگرچہ قتل کرڈالیں تاھم جب تک اُس میں کتا شریک نہ ھو حلال ھی — میں نے کہا کہ میں معراض کے ذریعہ سے شکار کرتا ھوں آپ نے فرمایا کہ جسوقت تو معراض پھینکے اور وہ زخم ڈالدے تو شکار حلال ھی — لیکن اگر وہ لاٹھي کي طرح شکار کو لگے تو اُسکو مت کھاؤ " معراض کي تفسیر میں علماء کے اقوال مختلف ھیں — بعض اشخاص کا قول ھی کہ وہ ایک قسم کا تیر ھی جس میں پھال اور پر نہیں ھوتا — اور بعض لوگ کہتے ھیں کہ وہ ایک وزني لکڑي ھوتي ھی جس کا ایک سرا نوک دار ھوتا ھی — اور بعض کہتے ھیں کہ وہ ایک قسم کي لاٹھي ھی جس کے ایکطرف لوھا لگا ھوتا ھی — ان مختلف اقوال سے معلوم ھوتا ھی کہ معراض کا لفظ ان تمام چیزونپر اطلاق کیا جاتا تھا اور اُن سے شکار کیا جاتا تھا — پس اگر شکار اس قسم کي لاٹھي سے زخمي ھوجاے اور مرجاے تو اُسکا کھانا حلال ھی — اس مضمون کي بے شمار احادیث مروي ھیں اور اسي حکم پر اجماع ھوگیا ھی — صرف احمد اور اسحاق نے سیاہ کتے سے شکار کرنے کي ممانعت کي ھی — اور ایک روایت جو متفق علیہ ھی یہہ ھی — کہ پیغمبر علیہ‌السلام نے فرمایا "جب کہ تو خدا کا نام لیکر اپنے کتے کو چھوڑ دے اور وہ تیرے لیئے کوئي جانور زندہ گرفتار کرے اور تو اُس کو ذبح کرلے اور اگر وہ قتل کرڈالے مگر اُس میں سےنہ کھاے تو بھي حلال ھی — کیونکہ کتے کا پکڑنا ھي ذکات ھی " اور امام شافعي کا مذھب یہہ ھی کہ اگر کتا شکار کو اپنے مالک کے سامنے حاضر کرنے کے بعد کچھہ کھالے تب بھي وہ حلال ھی *

احمد اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائي نے ابوثعلبہ الخشني سے روایت کي ھی ' کہ انھوں نے کہا کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکدے اور وہ تین دن تک غایب رھے اور اسکے بعد وہ تیر معہ شکار کے تجھکو ملجاے تو یہہ شکار حلال ھی تاوقتیکہ بد بودار نہ ھوگیا ھو — بخاري اور نسائي اور ابن ماجہ نے حضرت عایشہ سے روایت کیا ھی ' کہ چند اشخاص پیغمبر علیہ‌السلام کي خدمت میں حاضر ھوئے اور دریافت کیا ' کہ بعض لوگ ھمارے پاس گوشت لاتے ھیں جسکي نسبت ھمکو معلوم نہیں ھوتا کہ انھوں نے ذبح کے وقت خدا کا نام پکارا ھی یا نہیں ' آپ نے فرمایا کہ تم اُسپر اللہ کا نام

لو اور کھا جاؤ - احمد اور ابو داود اور ابن ماجہ نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہی ' وہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم شکار کرتے ہیں اور ہمارے پاس سوا ے دھاردار پتھر اور نوکدار لاٹھی کی چھری نہیں ہوتی ' آپ نے فرمایا کہ خون بہادو جسطرح ہوسکے *

اُن تمام حدیثوں سے معلوم ہوتا ہی ' کہ بعض اوقات شکار ایسی حالت میں بھی حلال ہوتا ہی کہ وہ بغیر ذبح کیئے ہوئے مرجاے - اور نیز معلوم ہوتا ہی کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام پکارنا مستحب ہی واجب نہیں ' اور نہ ذبح کے لیئے ضروری شرط ہی یہی راے ابن عباس اور ابوہریرہ اور شافعی کی ہی ' اور یہہ کہ خون بہانا خواہ کسی چیز سے ہو جایز ہی اور نیز کتے کا شکار کو پکڑنا شرعی ذکات ہی — اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مردار کے حرام ہونے کی علت جو فقہا نے بیان کی ہی صحیح نہیں ہی' اور نیز ذبح کا وہ طریقہ جو آجکل رایج ہی ایسا نہیں ہی جس کے بغیر شرعی ذکات صحیح نہوسکے — بلکہ شرعی ذکات بہت طرح پر ہو سکتی ہی — مثلاً ذبح ' بکریوں کے لیئے ہی - اور نحر ' اونٹ کے لیئے ہی — شکار کے لیئے جو شرعی ذکات کی صورتیں ہیں ان کو تم حدیثوں سے معلوم کرچکے ہو — اور ایک صورت یہہ ہی کہ بچہ ماں کے پیٹ میں سے نکلتا ہی اور ایک قسم کے صحیح تذکیہ کے بعد وہ تبعاً اپنی ماں کے کھا لیا جاتا ہی — ان صورتوں کے علاوہ عقر اور جرح بھی ہی - احمد اور بخاری اور مسلم اور ابوداود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے رافع بن خدیج سے روایت کیا ہی ' وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ سفر میں تھے ہمارے ساتھیوں کے اُونٹوں میں سے ایک اُونٹ پر وحشت سوار ہوئی اور وہ فرار ہوگیا ان لوگوں کے پاس کوئی گھوڑا نہ تھا — ایک شخص نے اُس کو تیر مارا جس سے وہ گر پڑا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " ان لھذاہ البھائم اوابد کا و ابد الوحوش فما فعل منھا ھذا فافعلوا بہ ھکذا " - جمہور کی راے یہی ہی کہ تیر سے مارنا بھی ایک قسم کا تذکیہ ہی — امام مالک کی راے اس کے خلاف ہی - احمد اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابی العشراء سے روایت کیا ہی ' وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا ' کہ

ذکات حلق اور سینہ کے سوا اور کسی طرح پر نہیں ہوتی - آپ نے فرمایا کہ اگر تو ران میں نیزہ مار دے تو تیرے لیئے یہی کافی ہوگا ابوداود نے اس کو متردیہ اور نقرہ اور متوحشہ کے ساتھہ مخصوص کیا ہی اور اسی کو اکثر فقہاے شافعیہ نے لیا ہی — لیکن سوال سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ خصوصیت مقصود نہیں — اگرچہ اس حدیث کی سند میں بھی گفتگو ہی *

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ شرعی تذکیہ یہہ ہی کہ انسان اپنے کھانے کے لیئے حیوان کو قصداً ہلاک کرے — اگر یہہ کام وہ خود اپنے ہاتھہ کرنا چاہے ' تو مناسب یہہ ہی کہ تیز اور دھار دار چیز سے ایسا کرے اگرچہ وہ پتھر ہی ہو - لیکن دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہی - احمد ' بخاری ' مسلم ' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے رافع بن خدیج سے روایت کیا ہی' وہ کہتے ہیں " قلت یا رسول اللہ انا نلقی العدو غدا و لیس معنامدی فقال النبی صلعم کل ما انہرالدم و ذکر اسم اللہ علیہ فکلوا مالم یکن سناً و ظفرا " اما السن فعظم و اما الظفر فمدی الحبشۃ — اس اخیر جملہ کی نسبت اختلاف ہی کہ آیا یہہ مرفوع ہی یا بعد میں شامل کیا گیا ہی ' اور راجح یہہ ہی کہ ممانعت کی علت بیان کرنے کے لیئے بعد میں بڑھایا گیا ہی - یہی وجہ ہی کہ تمام علما نے اس تعلیل کو نا پسند کیا ہی — بلکہ بعض علما نے کہا ہی کہ ممانعت کی علت یہہ ہی کہ دانت اور ناخن سے ذبح کرنے میں حیوان کو زیادہ تکلیف ہوتی ہی - بعض نے اسکے سوا اور وجوہ بیان کی ہیں — شرعی تذکیہ جس طرح ہر تیز اور دھار دار آلہ سے صحیح ہوسکتا ہی ' اسی طرح وہ ہر ایک ممکن صورت اور کیفیت کے ساتھہ صحیح ہوسکتا ہی ' جیسا کہ اُس شکار کی حلت سے معلوم ہوچکا ہی جو معراض سے زخمی کیا جاے ' اور ران میں نیزہ مارنے کی اجازت سے معلوم ہو چکا ہی — اور کلہاڑی جس کا ذکر ترینسوال کے مسلمان نے اپنے سوال میں کیا ہی ' خون بہانے میں ان چیزوں سے کسی طرح کم نہیں ہی - ما سوا اس کے سوال میں بیان کیا گیا ہی کہ اول کلہاڑی سے مارتے اور پھر ذبح کرتے ہیں — ظاہر ہی کہ

یہہ ذبح کرنا موت سے پہلے ہوگا - اگر یہہ امر بھی فرض کرلیا جاوے
کہ کلہاڑي سے مارنا وقذ ہی (حالانکہ یہہ وقذ نہیں ہی کیونکہ وہ
ایک دھار دار آلہ ہی اور اُس کے مارنے سے کھانے کے لیئے تذکیہ مقصود
ہوتا ہی اور محض حیوان کا ہلاک کرنا مقصود نہیں ہوتا) تاہم وہ اُس
صورت میں داخل ہی جس کو خدا نے مستثنی کیا ہی - جیساکہ فرمایا
ہی " الا ماذکیتم " *

علاوہ ازیں یہہ تمام احکام مسلمانوں کے ساتھہ مخصوص ہیں —
اہل کتاب کو عملا ان احکام کا مکلف نہیں قرار دیا جا سکتا - کیونکہ جو
علماء (شافعیہ) یہہ کہتے ہیں ' کہ اہل کتاب فروع شریعت کے مکلف ہیں
اور ان کے ترک کرنے کا آخرت میں ان کو عذاب ہوگا ' ان کا بھي یہہ
مقصود نہیں ہی کہ دنیا میں ان احکام کي پابندي کا ان سے مطالبہ کرنا
جائز ہی — پس تمام مسلمانوں کا اس امر میں اتفاق ہی ' کہ اہل
کتاب پر ان احکام کي پابندي لازمي نہیں ہی — اور باوجود اس کے ان کا
کھانا جیسا کچھہ بھي ہو نص کتاب سے حلال ہی ' سواے اُن کھانوں کے جو
في نفسہ ہمارے نزدیک حرام ہیں مثلا خنزیر کا گوشت — آپ کو
معلوم ہوچکا ہی کہ تمام علماے سلف و خلف نے ان کے ذبیحہ کو مباح
قرار دیا ہی اگرچہ اُنہوں نے اُس پر اللہ کا نام نہ پکارا ہو بلکہ اگرچہ
اُنہوں نے اُس پر غیراللہ کا نام پکارا ہو — اور نیز آپ کو معلوم ہوچکا
ہی کہ جس پر غیراللہ کا نام پکارا جاوے وہ اشدالمحرمات میں سے
ہی ' کیونکہ یہہ ایک قسم کا شرک اور بت پرستي ہی - مگر باوجود
اس کے اکثر مسلمانوں نے اُس کا کھانا اس لیئے حلال سمجھا ہی کہ
وہ اہل کتاب کا طعام ہی — پس اگر اہل کتاب نے اپنے ایسے طریقہ
سے ذبح کیا جو مسلمانوں کي طریقہ ذبح کے موافق نہو تو وہ بالاولی
حلال ہوگا - تذکیہ کے معاملہ میں جو آساني صحیح احادیث سے معلوم
ہوتي ہی اُسکي بے شمار قسمیں آپ معلوم کرچکے ہیں — مشکل معلوم
ہوتا ہی کہ تذکیہ کا کوئي طریقہ ایسا پایا جاوے جو ان احادیث کے ضمن
میں داخل نہوسکتا ہو *

صحابہ اور تابعین نے اُن تمام اشخاص کو جو یہودیت اور عیسائیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ھیں اھل کتاب کے گروہ میں داخل کیا ھی، جس کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیئے حلال ھی خواہ وہ اپنے دین کے پابند ھوں یا نہیں — صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ھی، کہ اُنہوں نے منتصرہ عرب میں سے بنی تغلب کو مستثنی کیا ھی، اور اسکی علت یہہ بیان فرمائی ھی، کہ اُنہوں نے عیسائیت سے سواے شراب نوشی کے اور کچھہ نہیں سیکھا — اور جمہور نے صرف اس امر کو حلت کے لیئے کافی سمجھا ھی، کہ وہ اپنے آپ کو عیسائیت کی طرف منسوب کرتے ھیں — یہی وجہ ھی کہ بعض علماے مالکیہ مثلا قاضی ابوبکر بن العربی نے از راہ تورع ذبیحہ اھل کتاب کے حلت میں یہہ شرط زیادہ کی ھی، کہ وہ ذبیحہ ایسا ھو جسکو ان کے قسیس اور عوام کھانا جایز خیال کرتے ھوں، قاضی ابوبکر نے صرف عیسائیت کی طرف منسوب ھونے کو کافی نہیں سمجھا — یہی تورع اور احتیاط مفتی مصر نے اپنے فتوے میں ملحوظ رکھی ھی — اس فتوے کے بعض الفاظ حسب ذیل ھیں ,, ذبیحہ کی نسبت میری راے یہہ ھی کہ مسلمانوں کو نص کتاب پر عمل کرنا چاھیئے " وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم " اور اس بارہ میں جو کچھہ امام ابوبکر ابن العربی نے فرمایا ھی اُسپر اعتماد کرنا چاھیئے — کہ وہ ذبیحہ ایسا ھو جسکو ان کے قسیس اور عوام کھانا جایز سمجھتے ھوں، اور بالعموم ان کا طعام شمار کیا جاتا ھو " اوپر گذر چکا ھی کہ قرطبی کا قول ھی کہ " جمہور امت کی یہہ راے ھی کہ ھرایک نصرانی کا ذبیحہ خواہ وہ بنی تغلب سے ھو یا کوئی اور ھو حلال ھی " — اور جن جلیل القدر ائمہ نے ذبیحہ بنی تغلب کی حلت کی تصریح کی، منجملہ ان کے سعید ابن المسیب اور حسن بصری ھیں، جو ائمہ تابعین میں سب سے زیادہ عالم اور صاحب ورع و تقوی تھے — مفتی مصر نے ان سے بھی زیادہ ورع و احتیاط سے کام لیا ھی — شاید اُنہوں نے مالکیہ کے اقوال سے متاثر ھوکر ایسا کیا ھی جنکا مذھب اُنہوں نے ابتداے طالب علمی کے زمانہ میں حاصل کیا تھا *

قاضي ابوبکر ابن العربي کا فتوی

قاضي ابوبکر ابن العربي نے اپني کتاب احکام القرآن میں "الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتواالکتاب حل لکم" کي تفسیر میں لکھا هی "یهه اسیات کي قطعي دلیل هی که شکار اور طعام اهل کتاب منجمله طیبات کے هی ' جن کو خدانے مباح کہا هی ' اور وہ مطلقاً حلال هیں — خداوند تعالی نے مکرر اس لیئے فرمایا هی ' تاکه شکوک اور شبهات زائل هوجاویں اور خیالات فاسدہ کا استیصال هو ' جن کي وجه سے زیادہ بحث و گفتگو کي ضرورت هوتي هی — مجهسے پوچها گیا که ایک نصراني ایک مرغي کي گردن مروڑتا اور پهر اُس کو پکاتا هی کیا اس کا کهانا جائز هی ؟ میں نے کہا که هاں جائز هی ' کیونکه وہ عام نصرانیوں اور ان کے علماء اور مشایخ کا کهانا هی — یهه صورت اگرچه همارے نزدیک شرعي ذکات نہیں هی ' لیکن اُن کا طعام خدانے همارے لیئے مطلقا مباح کیا هی ' اور جس کو وہ اپنے مذهب کي رو سے اپنا طعام سمجهتے هیں ' وہ همارے لیئے حلال هی — سوائے اُن حالتوں کے جہاں خدا نے ان کي تکذیب کردي هی " *

اس فتوے کو بعض طالب علموں نے جو اسلام ' صرف اُنهیں عادات اور رسوم کو سمجهتے هیں جو مسلمانوں میں دیکهي جاتي هیں ' ناپسند کیا — اور ابو عبدالله الحفار سے جو مالکي مذهب کے ایک عالم هیں اُس کي نسبت سوال کیا — اُنهوں نے حسب ذیل جواب لکها "غور کرنے سے اس فتوے میں کوئي اعتراض نہیں معلوم هوتا — کیونکه خدانے اُن کا کهانا همارے لیئے مباح کیا هی ' جس طرح پر اور جس طریقه ذکات کے ساتهه وہ اپنے مذهب کے مطابق حلال سمجهتے هیں — اور یهه شرط نہیں هی که اُس حیوان میں ان کا طریقه ذکات همارے طریقه ذکات کے موافق هو — اس سے سواے اُن چیزوں کے جو خدا نے بالخصوص هم پر حرام کي هیں (مثلا میته جو کهانے کي غرض سے نه قتل کي گئي هو اور خنزیر) اور کوئي چیز مستثنی نہیں هی — لیکن جو چیزیں بالخصوص هم پر حرام نہیں هیں وہ مثل اور کهانوں کے مباح هیں — جن حیوانات میں ذکات کي ضرورت هوتي هی پس اگر تذکیه ان کے مذهب

کے مطابق ہوجاوے تو اُس کا کہانا ہمارے لیئے حلال ہوگا ' اور یہہ شرط نہیں ہی کہ اُن کا طریقہ ذکات ہمارے طریقہ ذکات کے موافق ہو — یہہ خدا کی طرف سے ہم کو رخصت اور آسانی ملی ہی — پس جب کہ خود ہمارے مذہب میں طریقہ ذکات مختلف ہی — بعض حیوانات کے لیئے ذبح ' اور بعض کے لیئے نحر ' اور بعض کے لیئے عقر ' اور بعض کے لیئے سر اور کسی عضو کا قطع کرنا ' جیساکہ ٹڈی کے لیئے ہی — اور بعض کو گرم پانی میں ڈالنا جیسا کہ حلزوں (ایک دریائی جانور جو سیپ یا گھونگہ کی قسم سے ہوتا ہی) کے لیئے ہی ' پس جب کہ ہمارے نزدیک مختلف حیوانات کے لیئے طریقہ ذکات میں اسقدر اختلاف ہی ' تو ممکن ہی کہ دوسرے مذہب میں گردن مروڑنا ہی ذکات کا ایک طریقہ ہو - پس اگر کوئی اہل کتاب اس کو جائز رکھے تو ہم اُس کا کہانا کہا لینگے ' جیسا کہ خداوند تعالے نے ہمکو اجازت دی ہی — اس بارہ میں ان کے شرعی احکام کی تفتیش کرنا ہمارا فرض نہیں ہی ' بلکہ جب ہمکو معلوم ہوجاے کہ اُس مذہب والے اُس کو حلال سمجھتے ہیں تو اُس کے کہانے میں ہم کو تامل نہ ہوگا جیسا کہ قاضی ابوبکر نے کہا ہی — کیونکہ وہ ان کے علماء اور مشایخ کا طعام ہی *

اس مسئلہ میں یہہ اشکال واقع ہوا ہی کہ صرف گردن مروڑ نے سے ہمارے نزدیک حیوان حلال نہیں ہوتا بلکہ وہ مردار ہوجاتا ہی ' جس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہی — پس جب کہ قاضی ابوبکر نے اُس کو طعام اہل کتاب میں مباح کہا ہی تو اب اس میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا ' اور اسی پر ہمارے بعض اہل تحقیق علماے متاخرین نے اُس کو حمل کیا ہی " *

خنق کے مسئلہ میں شیخ محمد بیرم کی راے

فقیہہ حنفی شیخ محمد بیرم نے اپنی کتاب صفوۃالاعتبار میں ذبائح اہل یوروپ کی نسبت ایک طویل مبحث لکھا ہی - اور احناف کے اقوال نقل کیئے ہیں کہ ذبائح اہل کتاب مطلقا حلال ہیں — اور یوروپ کے مختلف اقسام کے ماکولات کی تشریح کی ہی - اس کے بعد لکھا ہی : *

" مسئلہ خنق میں اگر محض شک ھی شک ھو تو اُسکا کوئی اثر نہیں ھوسکتا ' لیکن اگر محقق ھو تو میرے نزدیک اس صورت کا کوئی حکم ھمارے (یعنی حنفیوں کے) یہاں مصرح نہیں ھی — لیکن تسمیہ غیراللہ پر قیاس کی بنا پر حنفیوں کے نزدیک حرام ھوگی — مگر ان علماء کے نزدیک جو مسئلہ تسمیہ غیراللہ میں حلت کے قایل ھیں ' جیسا کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ کثیر کا مذھب ھی حلال ھی - کیونکہ ان کے نزدیک " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " " ولاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " کے لیئے اور " وما اھل لغیراللہ " کے لیئے مخصص ھی — اسیطرح وہ آیت منخنقہ کے لیئے مخصص ھوگی - اور ان دونوں آیتوں کا حکم مسلمانوں کے فعل کے ساتھہ مخصوص ھوگا اور طعام اھل کتاب میں عموما اباحت ھوگی ' اور کیونکہ ما اھل لغیراللہ اور منخنقہ میں کوئی فرق نہیں ھی — پس اگر اول جبکہ وہ اھل کتاب کا فعل ھو مباح قرار دیا جاوے تو دوسرا بھی ایسا ھی ھونا چاھیئے — میں نے ایک مالکی فاضل کا ایک رسالہ دیکھا تھا جس میں اُس نے حلت کی تصریح کی' اور اپنے مذھب کی اُنکی نصوص جمع کی ھیں جنکو دیکھکر اطمینان ھوجاتا ھی — خصوصا جبکہ گردن مروڑ نے کا عمل ان کے نزدیک ذکات کی قسم میں سے ھو - جیسا کہ ان کے اکثر علماء نے بیان کیا ھی ' اور ان کے خیال میں انجیل کے مطابق حیوان کو کھانے کی غرض سے آسان طریقہ کے ساتھہ قتل کرنا مقصود ھو ' تو ان کے مذاھب کے مطابق حلت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رھتا " *

" اگر یہہ اعتراض کیا جاوے ' کہ حنفی کو غیر مذھب کی تقلید کیسے جایز ھوسکتی ھی ؟ تو اس کے جواب میں میں کہتا ھوں کہ اگر مقلد اھل نظر ھی اور وہ حنفی مذھب کے دلائل کو قوی پاکر اسکی تقلید کرتا ھی ' تو بے شک بعض اوقات اُس کے لیئے ایسا کرنا مناسب نہ ھوگا - لیکن اگر وہ محض مقلد ھی جیسا کہ ھمارے زمانہ میں عموما مسلمان دیکھے جاتے ھیں ' تو اس صورت میں علما نے تصریح کی ھی کہ اُس کے لیئے تمام ائمہ برابر ھیں - اور عامی کا کوئی مذھب نہیں ھی - بلکہ اُسکا مذھب وھی ھی جو اُس کے مفتی کا ھوتا ھی - اور اُسکا یہہ کہنا کہ میں حنفی یا شافعی ھوں مثل اُس جاھل کے قول کے ھی ' جو کہتا ھی کہ میں

نجومی ہوں — وہ جس عالم کی اقتدا کریگا اُس کی نجات کے لیئے کافی ہی " *

" اگر یہہ اعتراض کیا جاوے کہ تم نے بیان کیا ہی کہ خنزیر حرام ہی پس اگر وہ اہل کتاب کے کہانے میں ہو تو آپ " وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم " کے ذریعہ سے اُسکو حلت کے ساتھہ کیوں مخصوص نہیں کرلیتے ؟ اگر تم خنزیر کی حرمت کی آیت کو محکم اور غیر منسوخ قرار دیتے ہو تو ایسے ہی منخنقہ کی آیت ہوگی — منخنقہ کو تم تسمیہ کے مسئلہ پر کیوں قیاس کرتے ہو اور خنزیر پر کیوں نہیں کرتے — کونسی وجہ ترجیح کی ہی ؟ اس اعتراض کا جواب یہہ ہی کہ ماکولات دو قسم کی ہیں : ایک وہ ہیں جو بعینہ اور فی نفسہ حرام ہیں — اور دوسری وہ جو کسی عارضی وجہ سے حرام ہوجاتی ہیں مگر وہ فی نفسہ حلال ہوتی ہیں — پس خنزیر وغیرہ فی نفسہ حرام ہیں ان کی حرمت تمام اطوار اور حالات میں بدستور باقی رہیگی — مگر وہ ذبیحہ جس پر خدا کا نام نہ پکارا گیا ہو یا جس پر غیراللہ کا نام پکارا گیا ہو ، اور منخنقہ ایک عارضی وجہ سے حرام ہوگیا ہی — اور وجہ حرمت کی انسان کا فعل ہی — اس کے بعد ایک دوسری نص وارد ہوئی جو طعام اہل کتاب کی حلت کی نسبت عام ہی ، پس جو چیزیں فی نفسہ حرام ہیں وہ اُس سے بالبداہت و بالاجماع خارج ہیں — اور دو مسئلے (ایک تسمیہ اور دوسرا منخنقہ) محل شک میں باقی رہگئے — کیونکہ حرمت اور اباحت کی دونوں آیتیں انکو اپنی اپنی طرف کہینچ رہے ہیں — ہم کو معلوم ہوا کہ مسئلہ تسمیہ کی نسبت صحابہ اور تابعین میں اختلاف واقع ہوا ہی اور ان کا ایک گروہ کثیر اباحت کی طرف گیا ہی — اب صرف منخنقہ کا مسئلہ باقی رہگیا جس کی نسبت سکوت ہی — پس اُس کو تسمیہ کے مسئلہ پر قیاس کیا جاویگا کیونکہ علت متحد ہی — اور اُس کو خنزیر پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی — اس مبحث میں ہم نے اس لیئے طول دیا ہی کیونکہ وہ اس زمانہ میں نہایت اہم ہی اور اس کی نسبت بہت لوگوں نے گفتگو کی ہی " *

موقوذة اور اُسکي ذکات

قاضي بيضاوي موقوذة کي تفسير ميں لکھتے هيں ' که '' موقوذه وه هی جسکو لاٹهي يا پتهر وغيره سے مارا جاوے حتی که وه مرجاوے '' يهي معني ابوالسعود نے اپني تفسير ميں اور محمد صديق حسن نے فتح البيان ميں لکهي هيں - فتح البيان ميں موقوذه کي تعريف کے بعد لکها هی که ' وقذ کے معني شدت ضرب کے هيں جس سے قريب مرنے کے هوجاوے '' شاة موقوذه ضربت بالخشبة '' — اور يهي قاموس اور اُس کي شرح اور ديگر کتب لغت ميں تصريح کي گئي هی - مجمع البحار ميں لکها هی که '' وقيذ اور موقوذه وه هی جو معمولي پتهر اور لاٹهي سے هلاک کي جاوے '' - امام رازي نے تصريح کي هی که '' موقوذه - ميتة اور منخنقه کے معنوں ميں هی کيونکه وه مرگئي هی اور اُس کا خون نهيں بها '' اس سے کسيکو اختلاف نهيں هی کيونکه وقذ کے معني ايسي چيز سے مارنا هی جو دهاردار نهو - اور '' الا ماذکيتم '' کي تفسير ميں لکها هی که '' يه استثنا هی ان تمام صورتوں کے جو منخنقه سے ليکر مااکل السبع تک مذکور هوئيں هيں — اور يهي قول هی علي اور ابن عباس اور حسن اور قتاده کا '' - اس کے بعد لکها هی که '' اگر موقوذه ايسي حالت ميں پائي جاے که اُسکي آنکهوں ميں جنبش هو يا اُسکي دم يا هاتهه پاوں حرکت کر رهے هوں تو اُسکو ذبح کرلو کيونکه وه حلال هی - اس ليئے که اگر اُس ميں زندگي باقي نهوتي تو يهه حالتيں ظاهر نهوتيں '' فتح البيان في فهم مقاصد القران ميں '' الا ماذکيتم '' کي نسبت لکها هی - که '' يهه استثنا جمهور کے نزديک متصل هی - اور اُسکا يهه منشا هی که مذکوره بالا ميں سے صرف وه چيز مستثنی هی جسميں زندگي باقي پائي جاوے اور اُسکا تذکيه کرليا جاوے - ادراک ذکات کي نسبت اهل علم مفسرين نے کها هی - که اگر اُس ميں زندگي باقي هو يعني اُسکي آنکهوں ميں جنبش يا اُس کے دم ميں حرکت ظاهر هو تو اُس کا کهانا حلال هی — اور کها گيا هی ' که اگر اُس کي آنکهه جنبش کرتي يا اُس کا پاوں حرکت کرتا هو تو اُسکو ذبح کرلو ' کيونکه وه حلال هی ' آلوسي نے اپني تفسير ميں لکها هی '' صرف وه صورت مستثنی هی که زندگي کي رمق باقي پائي جاوے اور مثل مذبوح کے تڑپ رهي هو اور تم نے اُسکو

ذبح کرلیا ہو – سید باقر اور سید صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہی – کہ ادراک ذکات کا ادنی درجہ یہہ ہی کہ وہ ایسی حالت میں پائی جاوے کہ وہ اپنے کان یا دم کو ہلاتی ہو یا اپنی پلکوں کو جنبش دیتی ہو ' اور یہی قول ہی حسن اور قتادہ اور ابراہیم اور طاوس اور ضحاک اور ابن زید کا – اور بعض علما نے کہا ہی ' کہ ادراک ذکات کے لیئے شرط یہہ ہی کہ وہ قریب المرگ نہو اور اس کی علامت یہہ ہی کہ وہ بعد ذبح کے تڑپے " ابن جریر نے قول اول کی تائید میں صحابہ سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں *

ان اقوال سے معلوم ہوا – کہ جو حیوان دھار دار آلہ سے جیسیکہ کلہاڑی ہی مارا جاوے اُسکو وقیذ نہیں کہہ سکتے ' اور اسپر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جو معراض کے شکار کی نسبت صحیحین وغیرہ میں مروی ہی کہ وہ اگر وہ لاٹھی کی طرح لگے اور حیوان ہلاک ہوجاوے تو اُسکو مت کھاؤ کیونکہ وہ وقیذ ہی " اور نیز معلوم ہوکہ اگر بالفرض ٹرینسوال کے نصرانیوں کا ذبیحہ وقیذ ہی ' تاہم کلاڑھی مارنے کے بعد لیئے جو ذبح کیا جاتا ہی اور خون بہایا جاتا ہی اس سے وہ حلال ہوجاویگا – اسمضمون کے لکھنے اور مطبع میں بھیجدینے کے بعد یہہ اقوال ہم نے اس لیئے نقل کیئے ہیں ' کہ صاحب اخبار اس امر کا دعوی کرتا ہی کہ اہل ٹرینسوال کا یہہ فعل وقذ ہی اور وہ حلال نہیں ہی اگرچہ وہ پھر ذبح کیا جاتا اور خون بہایا جاتا ہی — صاحب اخبار نے سائل کے قول پر یہہ جملہ زیادہ کیا ہی وہ پھر اُسکو ذبح کرتے ہیں پوری طرح قتل کرنے کی غرض سے اور اُس میں سے زرد رنگ کا خون نکلتا ہی جو اسبات پر دال ہی کہ ماوغی ارتجاج واقع ہوا ہی جو خون کو فاسد کرنے والا ہی " سائل نے جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہی یہہ نہیں کہا – اور اگر وہ کہتا بھی ' تاہم تذکیہ کی صحت اور ذبیحہ کی حلت میں مانع نہوتا – کیونکہ کسی مسلمان نے خون کے بہنے میں یہہ شرط نہیں لگائی کہ سرخ یا سیاہ رنگ کا خون بہی – بلکہ انہوں نے ایسی علامت کے ظاہر ہونے کی شرط لگائی ہی جو زندگی کے موجود ہونے پر دال ہو — مثلاً پلکوں کی حرکت – خون کا بہنا خواہ وہ کسی رنگ کا ہو ' زندگی کی بدیہی علامت ہی – مگر جسوقت سیاسی مصلحتیں ' دین کو بازیچہ اطفال بنانا چاہتی ہوں ' تو کتاب اور سنت ' فقہا اور مفسرین اور اہل لغت کے اقوال کی بالکل پروا نہیں ہوتی *

مسئلۂ تسمیہ میں اختلاف

ہمارے تمام گذشتہ بیان کا خلاصہ یہہ ہی - کہ خدا نے مسلمانوں کے لیئے طعام اہل کتاب مطلقاً مباح قرار دیا ہی' اور اِس اباحت میں یہہ شرط نہیں لگائی کہ وہ طریقہ تذکیہ احکام اسلام کی پابندی کریں - اور سلف و خلف کے اکثر مسلمانوں نے اِسی عموم کو لیا ہی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کا پکایا ہوا گوشت اور اُن کا بنایا ہوا پنیر تناول فرمایا ہی — صرف حنفیوں نے یہہ شرط لگائی ہی کہ کھانے والے کو یہہ معلوم ہو' کہ جو گوشت اُس کے سامنے پیش کیا گیا ہی اُس پر اللہ کا نام نہیں پکارا گیا یا غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہی — اخبار مذکور نے جو کچھہ لکھا ہی وہ احناف کے مفسرین اور اُن کے فقہا کے اقوال ہیں — مگر جمہور علماء نے اُن سے اختلاف کیا ہی - اور شہاب‌الدین آلوسی نے جو بغداد میں حنفیوں کے مفتی تھے اپنی تفسیر میں اِس کی تصریح کی ہی — طبری نے " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم‌اللہ علیہ " کی تفسیر میں لکھا ہی " اِس آیت کی نسبت اہل علم میں‌اختلاف ہی کہ آیا اِس کے حکم میں‌سے ایک حصہ منسوخ ہوگیا ہی یا نہیں - بعض علماء کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہوا اور وہ محکم ہی — یہی قول عموماً اہل علم کا ہی - حسن بصری اور عکرمہ سے روایت کیا گیا ہی اُنہوں نے کہا کہ خدا نے فرمایا ہی " فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ اِن کنتم بایاتہ مومنین ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ و اِنہٗ لفسق " پس منسوخ کیا گیا اور اُس سے مستثنیٰ کیا گیا ہی اور فرمایا ہی " و طعام الذین اُوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم - مگر ہمارے‌نزدیک اِس‌بارہ میں صحیح‌قول‌یہہ ہی 'کہ یہہ آیت محکم ہی اُس کے حکم کاکوئی حصہ بھی منسوخ نہیں ہوا - اور اہل کتاب کا کھانا حلال اور اُن کا ذبیحہ پاک ہی - اور‌خدا نے مسلمانوں پر " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم‌اللہ علیہ " سے جو چیز حرام کی ہی اہل‌کتاب کا کھانا اور ذبیحہ اُس سے بالکل الگ ہی - کیونکہ اِس آیت سے ہم پر خدانے میتہ اور جو طاغوت کے نام ذبح کی جاوے حرام کی ہی — اور اہل کتاب کا ذبیحہ پاک ہی خواہ وہ اُس پر خدا کا نام پکاریں یا نہ پکاریں کیونکہ وہ اہل توحید اور اہل کتاب ہیں - اُس

کے احکام پر وہ عمل کرتے ہیں اور اپنے مذاہب کے احکام کے مطابق ذبح کرتے ہیں جسطرح مسلمان اپنے مذہب کے مطابق ذبح کرتا ہے، خواہ وہ اپنے ذبیحہ پر خدا کا نام لے یا نہ لے — سواے اُس صورت کے کہ غیر اللہ کي عبادت یا تعظیم کي غرض سے ذبیحہ پر خدا کانام نہ پکارے - ایسي حالت میں اُن کا ذبیحہ حرام ہوگا - " اس امر کي تائید کہ یہہ آیت صرف اُن ذبیحوں کے ساتھہ مخصوص ہی، جو طاغوت کے نام پر کیئے جاویں ' اس سے ہوتي ہی کہ یہہ آیت مکي ہی ' اور حلت طعام اہل کتاب کي آیت مدني ہی ' اور یہہ حصہ قرآن مجید کے آخر میں نازل ہوا ہی - اور شافعیہ اُس ذبیحہ کو حلال سمجھتے ہیں جس پر اگرچہ عمداً تسمیہ ترک کیا گیا ہو ' اور کہتے ہیں کہ خدا نے اُس کے کھانے کي ممانعت کو " وانہ لفسق " کے ساتھہ مقید کیا ہی ' اور فسق کي تفسیر دوسرے مقام پر اس طرح کي گئي ہی " اوفسقا اہل لغیراللہ بہ " اور یہہ وہ ہی جس کو مشرک اپني دیوتاوں کے لیئے ذبح کرتے تھے — اُس کو اہل کتاب بھي ہماري طرح حرام سمجھتے ہیں — امام رازي نے اس مذہب کي ترجیح کي نسبت اپني تفسیر میں نہایت تفصیل کے ساتھہ بحث کي ہی - لیکن جب کھانے والے کو معلوم نہو کہ اُس پر خدا کا نام نہیں پکارا گیا یا غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہی ' تو اُس کا کھانا سلف اور خلف کے اجماع سے بالکل حلال ہی — جیساکہ وہ گوشت جو یہود ونصارے کے ممالک میں عادۃً فروخت ہوتا ہی ' جسکے ذبح کے وقت کوئي مسلمان موجود نہیں ہوتا - اور یہي حکم اُس گوشت کا ہی جو ٹرانسوال میں فروخت ہوتا ہی *

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مفتي مصر کا یہہ فتوی کتاب اور سنت اور علماے سلف و خلف کے عمل اور ان کے اقوال کے مطابق ہی ' اور حنفیوں کا اختلاف اس فتوے کي صحت میں خلل انداز نہیں ہوسکتا — کیونکہ ہر ایک گوشت کي نسبت جو کسي مسلمان کے سامنے پیش کیا جاوے یہہ معلوم ہونا ناممکن ہی ' کہ اُس پر خدا کا نام نہیں پکارا گیا ہی اور بالفرض اگر معلوم ہونا ممکن بھي ہو تاہم جمہور کا مذہب حنفیوں کے مذہب سے زیادہ قوي ہی کیونکہ اُسکے دلائل زیادہ قوي ہیں — اور مفتي کو لازم ہی کہ اُسي قول پر فتوی دے جس کے دلائل زیادہ قوي ہوں ، اور جو مسلمانوں کے اجماع کے مطابق دقتوں کو زیادہ تر دور کرنے

والا هو - اگر مصر کے شرعي محکمے مفتي سے امام ابو حنیفہ کا صحیح مذهب دریافت کرتے هیں لیکن هر ایک مسلمان اس مذهب کا پابند نهیں هی— بلکہ تمام مسلمان قرآن مجید اور صحیح احادیث کے پابند هیں — علماء کو چاهیئے کہ کتاب اور سنت میں غور کریں اور ائمہ کے اقوال میں جو قول زیادہ قوي هو اُسکو ترجیح دیں — امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگردوں کي نسبت بیان کیا گیا هی کہ وہ کہا کرتے تھے " کسي شخص کو همارے قول پر عمل کرنا صحیح نهیں هی جب تک اُسکو هماري دلیل معلوم نهو - اور یهي بات تمام ائمہ سے منقول هی *

ان تمام اقوال اور نصوص کے معلوم هونے کے بعد صاحب اخبار کو بهي مناسب هی - کہ وہ اپنے اعتراض سے رجوع کرے جو اُس نے بوجہ لاعلمي کے کیا هی اور اپنے اخبار میں اس بات کا اعلان کردے - تاکہ مسلمانوں کو معلوم هوجاے کہ اُسکي نیت پاک هی اور اس اعتراض سے کوئي سیاسي غرض اُس کو ملحوظ نهیں هی *

هم قرآن مجید کي ایک آیت پر جو سورہ نحل میں محرمات کو میتہ اور خون اور لحم خنزیر اور ما اهل لغیراللہ میں حصر کرنے کے بعد خدا نے فرمایا هی اپني گفتگو کو ختم کرتے هیں — اور وہ آیت یهہ هی

" ولا تقولوا لما تصف السنتهم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل و لهم عذاب الیم " —

" اور جهوٹ موٹ جو کچهہ تمهاري زبانوں پر آیا (بے سمجهے سوچے) نہ بک دیا کرو کہ یهہ حلال هی اور یهہ حرام کہ (اس بکواس سے) لگو خدا پر جهوٹ بهتان باندهنے جو لوگ خداپر جهوٹ بهتان باندهتے هیں ان کوکبهي فلاح نهیں هوتي — (یهہ بهي دنیا کے چند روزہ) تهوڑے سے فائدے هیں اور (آخرکار)ان کوعذاب درد ناک هوتا هی " *

اخبار مذکور کا ایک لغو اعتراض اور باقي رهگیا هی — وہ یهہ هی کہ حنفي مذهب کے خلاف فتوی دینے سے یهہ بات معلوم هوتي هی کہ مفتي مصر مجتهد هونے کا دعوے کرتے هیں- اس کا جواب دو طرح پر دیا جاسکتا هی - اول یهہ کہ جو علماء اهل نظر اور تمام مذاهب سے واقف هیں ان کے مقلد هونے کے صرف یهي معني هوتے هیں ، کہ وہ ائمہ کے اقوال

میں سے اُسی قول کا اتباع کرتے ہیں جسکو وہ قوی سمجھتے ہیں —
ہم اوپر اشارہ کرچکے ہیں کہ مفتی مصر نے امام مالک کا مذہب ابتدائی
طالب علمی کے زمانہ میں حاصل کیا تھا — پس ممکن ہی کہ وہ اسوقت
تک بھی اُسکی ترجیح کا اعتقاد رکھتے ہوں — جمہور علماء کا قول ہی،
کہ بعض مسائل میں ایک امام کی تقلید کرنا اور بعض مسایل میں
دوسرے کی جایز ہی — کوئی مشہور عالم ایسا نہیں ہی جس کے فتوے
اُس مذہب کے خلاف جس کی طرف وہ منسوب ہی موجود نہوں *

دوسرا جواب یہہ ہی کہ وہ مجتہد ہیں — ایسا شخص جو قرآن مجید
کی تفسیر اسطرح پر کرتا ہو جسطرح کہ مفتی مصر کرتے ہیں اور تقلید کے
بطلان پر دلایل قایم کرتا ہو اور مقلدوں کو خدا کی ناراضی اور اُس کے عذاب
کا مستحق ٹھہراتا ہو وہ مقلد نہیں ہوسکتا — یہہ امر کہ جاہل مقلد ان کے
اجتہاد کے منکر ہیں کوئی قیمت نہیں رکھتا — کیونکہ مقلد دلیل اور
حجت سے بے بہرہ ہیں ان کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی —
مفتی مصر نے علم توحید اور تفسیر میں جو کچھہ لکھا ہی ' وہ متقدمین
اور متاخرین کی ان تمام کتابوں سے جو ہم تک پہونچی ہیں افضل اور
بہتر ہی — خدا کا فضل کسی خاص زمانے کے لیئے محدود نہیں ہی '
نہ اُسکی رحمت بعض خاص افراد کے ساتھہ مختص ہی — بلکہ اُس
کی رحمت ہر زمانے اور ہر فرد کے لیئے عام ہی — یہہ بات مفتی مصر
کے اجتہاد کے منافی نہیں ہی ' کہ وہ حکومت کے محکموں کو حنفی
مذہب کے مطابق فتوی دیتے ہیں — کیونکہ محکمہ جات مذکور اُن سے
احناف کا مذہب دریافت کرتے ہیں — لیکن جو شخص ان سے کسی مسئلہ
کی نسبت ان کی راے دریافت کرتا ہی تو وہ اپنے اجتہاد کے مطابق فتوی
دیتے ہیں *

اگر یہہ اعتراض کیا جاوے کہ اس زمانہ کے بعض علماء ان کی نسبت
طعن کرتے ہیں — اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ طعن کرنے والے
یا تو حاسد ہیں ' یا مقلد ہیں ' جنہوں نے اپنے ذمہ یہہ بات لازم کرلی ہی
کہ جو شخص کتاب و سنت کا اتباع کرتا ہی وہ بے سمجھے بوجھے اُس کی
مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں — گذشتہ زمانہ میں بڑے بڑے جلیل القدر

ائمہ کي نسبت ان کے ہم عصر اور ہم رتبہ عالموں اور مجتہدوں نے طعن کیئے ہیں — یہي وجہ هی کہ ابن عباس رضي‌اللہ عنہ نے فرمایا هی کہ " علماء کے اقوال کو سن لو لیکن ایک دوسرے کے برخلاف ان کي تصدیق مت کرو کیونکہ اُس خدا کي قسم هی جسکے هاتھہ میں میري جان هی وہ مینڈھوں سے بھي زیادہ سخت لڑاکو ہیں " اس حدیث کو ابن عبدالبر نے کتاب‌العلم میں روایت کیا هی اور اسي مضمون کا ایک قول مالک بن دینار سے منقول هی — ائمہ اربعہ اور امام بخاري وغیرہ محدثین کي نسبت ان کے ہم عصر علماء نے جس قدر طعن کیئے ہیں ان کو ہم نے اپني کتاب الحکمة الشرعیہ میں نقل کیا هی *

الفقه في تحريم الميتة وما اهل لغير الله

شرعي تذکیه کي جو اقسام هم گذشته نمبر میں بیان کرچکے هیں '
ان سے صاف معلوم هوتا هی - که وه کلیه جو ذکات کي تمام صورتوں کو
جامع هی یهه هی — که " کهانے کي نیت سے کسي حیوان کي جان
نکالي جاوے " اور اس میں مذهبي طور پر صرف ایک شرط هی که اس
پر کسي موحد مسلمان یا مشرک بت پرست کي طرف سے غیر الله کا
نام نه پکارا گیا هو ' جیساکه مشرکین عرب بتوں کے لیئے ذبح کرتے تهے -
بعض صحابه نے اُس ذبیحه کے کهانے کو منع کیا هی جس پر کسي
کتابي نے غیر الله کا نام پکارا هو — تسمیه کي نسبت هم اوپر بحث
کرچکے هیں اور بیان کرچکے هیں ' که جمهور اس کے خلاف هیں اور
جمهور کي راے کي تائید اس سے هوتي هی ' که " ما اهل لغیر الله " کي
تحریم میں تمام آیتیں مکي هیں - یهه بهي اُوپر بیان هوچکا هی که جس پر غیر
الله کا نام پکارا گیا هی اُس کي حرمت نهایت سخت هی — کیونکه
اس کي علت محض دیني هی جو توحید سے تعلق رکهتي هی *

اس زمانه کے عوام مسلمانوں کي یهه عجیب جهالت هی که بعض
لوگ جانور پر ذبح کے وقت اپنے مرده شیوخ کا نام پکارتے هیں ' جن
سے اُن کو اعتقاد هوتا هی اور کوئي شخص اس فعل پر انکار نهیں
کرتا — بلکه جیسا که بیان کیا جاتا هی که بعض علماء وفضلا اُس جانور
کا گوشت کهانے میں تامل نهیں کرتے ' جو سید بدوي کے نام پر چهوڑا گیا
هو ' اور ان کے عرس میں اُن کا نام لیکر ذبح کیا گیا هو — گویا که اس
گروه کے علما ایسے ذبیحه کي حلت کے لیئے یهه تاویل کرلیتے هیں ' که
ذبح کرنے والا اسلام کي طرف منسوب هی اور الله کا نام لیتا هی —
اگرچه وه جانور سید بدوي کے نام پر چهوڑا گیا اور ان کي جناب میں

تقرب حاصل کرنے اور ان کو رضامند کرنے اور ان سے براہ راست بھلائی چاہنے کے لیئے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہی — یا کہ وہ سید کو اپنے اور خدا کے درمیان ایک واسطہ سمجھتا ہی کہ خدا اُن کی یا اُن کی قبر کی برکت سے اُس کی مراد پوری کرے گا — لیکن جو شخص قرآن مجید کی آیات پر غور کرتا اور دین کو سمجھتا ہی اُس کو معلوم ہی کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہی اُس کو مسلمانوں پر حرام کرنے میں یہہ حکمت ہی کہ وہ اُس بلا میں گرفتار نہ ہوجائیں جس میں زمانہ جاہلیت کے مشرکین گرفتار تھے — یہہ لوگ جو کچھہ عذر کرتے تھے خدا نے اس طرح پر نقل کیا ہی — " † والذین اتخذوا من دونہ اولیاء وما نعبدھم الالیقر بونا الی اللہ زلفی " اگر ہم اس کو یہہ بھی تصدیق نکریں کہ بعض عالم سید بدوی کے نام کا ذبیحہ کھاتے ہیں' تاہم ہم کو معلوم ہی کہ یہہ بلا عام طور پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہی اور کوئی عالم اس کا انکار نہیں کرتا — اگر جامع ازہر اور جامع احمدی کے علما اس پر انکار کرتے تو لوگ اس پر قایم نہ رہتے — بلکہ اگر مصر کے روزانہ اخبارات المنار کی تائید کرتے اور اُس کے اقوال کو عام مسلمانوں میں شایع کرتے' تو مولودوں کی بدعتیں زائل ہوجاتیں یا اُن میں کمی ہوتی *

تذکیہ اور تحریم میتہ کی بحث میں ایک مسئلہ باقی رہگیا ہی جس کو ہم نے گذشتہ نمبر میں بوجہہ طوالت کے نہیں لکھا — اور وہ یہہ ہی کہ میتہ اور جو اُس کے حکم میں ہیں مثلاً منخنقہ اور موقوذہ اور متردیہ اور نطیحہ اور جس کو درندے نے پھاڑ لیا ہو اُن کی حرمت کی کیا وجہہ ہی — کتا اپنے مالک کے لیئے شکار مار کر لاتا ہی اور وہ حلال ہوتا ہی ' اور درندہ کسی جانور کو پھاڑ ڈالتا ہی وہ حرام ہوتا ہی ' ان دونوں میں کیا فرق ہی — اسی طرح جس جانور کو انسان لاٹھی اور پتھر سے مارتا ہی اور وہ مر جاتا ہی وہ بھی حرام ہوتا ہی — اور انسان کے قصد کو ذریعہ حلت قرار دینے میں کیا حکمت ہی ؟

---

† جن لوگوں نے خدا کے سوا اپنے دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لیئے کرتے ہیں کہ وہ خدا سے ہم کو نزدیک کردیں —

تمام امور میں انسان کے ارادہ کو جو عظیم الشان رتبہ دیا گیا ہی اُس کا لحاظ کرنے کے بعد ان سوالات کا جواب ہمارے خیال میں یہہ آتا ہی تاکہ انسان کو اپنے کسب اور اپني کوشش پر بھروسہ رہی — دوسري وجہ یہہ ہی کہ جو جانور اپني موت سے مرتا ہی اُس کي نسبت غالب گمان یہہ ہوتا ہی کہ وہ کسي بیماري میں مرا ہی یا اُس نے کوئي زہریلي گھاس کھائي ہی اُس سے مرا ہی ' ان دونوں حالتوں میں اُس کا گوشت مضر ہوگا — پس میتۃ کي حرمت بوجہہ اُس کے ضرر کے ہی *

انساني ارادہ کے لحاظ اور ضرر کے خوف کے علاوہ ایک تیسري وجہ اور ہی — وہ یہہ ہی کہ تمام سلیم طبایع مردار سے نفرت کرتي ہیں اور اُسکو پاکیزہ چیزوں میں سے شمار نہیں کرتي ہیں ' اور مذہب انسانکو شرافت نفس کے اصول کے مطابق تربیت کرتا ہی — یہي وجہ ہی کہ تمام پاکیزہ چیزیں اُس کے لیئے حلال اور ناپاک چیزیں حرام کي ہیں — مگر وہ چیزیں جو میتۃ کے حکم میں مثلا موقوذہ اور متردیہ وغیرہ اُن کي حرمت کي علت میں پہلي اور تیسري وجہ بیان کي جاسکتي ہی — ان دونوں وجہوں کے علاوہ ایک وجہ یہہ ہوسکتي ہی ' کہ لوگوں کو اِن قبیح طریقوں کے ساتھہ جانور مارنے سے نفرت دلانا مقصود ہی تاکہ ان کو معلوم ہوجاوے ' کہ شریعت جانوروں کي زندگي کي حفاظت کا حکم دیتي اور ان کو عذاب دینے سے ممانعت کرتي ہی — اور جو شخص شریعت کے اس حکم کي تعمیل میں غفلت کرتا ہی اُسکو یہہ سزا دي جاتي ہی کہ وہ جانور اُسپر حرام ہوجاتا ہی — بعض اوقات ایسا ہوتا ہی کہ چرواہا کسي جانور پر غصہ ہوتا ہی اور اُسکو مار ڈالتا ہی یا دو جانوروں کو لڑادیتا ہی اور وہ لڑتے لڑتے ہلاک ہوجاتے یا قریب بہلاکت پہونچ جاتے ہیں — جو چرواہے اُجرت پر دوسروں کے جانور چراتے ہیں اُن کو زیادہ تر ایسا اتفاق ہوجاتا ہی — پس اگر ایسے طریقوں کے ساتھہ مرنے والے جانور حلال ہوتے تو چرواہے اور دوسرے اشخاص اس بہانے سے جانوروں کو ہلاک کر کے کہا جایا کرتے ان حکمت پر صحیح احادیث دلالت کرتے ہیں — منجملہ ان کے ایک احدیث یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے جانور کو اینٹ اور ڈھیلے سے مارنے کي ممانعت کے بعد فرمایا ہي کہ " ان سے نہ تو

شکار ہوتا ہی اور نہ دشمن قتل ہوتا ہی لیکن ان سے دانت ٹوٹ جاتا اور آنکھہ پھوٹ جاتي ہی " ۔ اس حدیث کو احمد اور بخاري اور مسلم نے روایت کیا ہی — اس مبحث کے متعلق جو کچھہ ہمارا خیال تھا اُسکو ہم نے ظاہر کردیا ہی اور اگر کسي خیال میں اور وجوہات ہوں تو براہ مہرباني ان کو بیان کریں *

شریعت کي حکمت کي نسبت یہہ بحث ہم نے اسلیئے تحریر کي ہی کہ ہمارے نزدیک معاملات اور عادات کے تمام احکام عقل کے مطابق اور جلب منفعت اور رفع مضرت کے قاعدہ پر مبني ہوتے ہیں — بعض فقہا نے لکھا ہی کہ دیني احکام دو قسم پر منقسم ہوتے ہیں : پہلي قسم میں وہ تعبدي احکام ہیں جنکو ہم محض تعمیل حکم کے طور پر بجالاتے ہیں اگرچہ ہم از روے عقل کے ان کي وجہ اور اُن کا فایدہ نہیں سمجھتے — اور دوسري قسم کے وہ احکام ہیں جو عقل کے مطابق ہوتے ہیں اور جنکے بجالانے میں ہم اُس منفعت کے طلبگار ہوتے ہیں جو اُن سے مقصود ہوتي ہی — اس میں شک نہیں کہ تعبدي احکام کي وجہ صرف ایسي عبادات کے احکام میں ظاہر ہوتي ہی جن سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہی — یہہ ایک عجیب بات ہی کہ رسمي علما اور اہل الراے نے عبادت محض کے مسائل میں بھي اپني راے اور قیاس کو حکم قرار دیا ہی ' حتی کہ منصوص عبادتوں کو بڑھا کر دو چند اور سہ چند کردیا ہی — اور عادات کے بعض احکام پر سختي کے ساتھہ آڑے رہے اُن کي وجہ اور اُن کي حکمت پر مطلق غور نہیں کیا بلکہ ان کي نسبت قیاس کرنے کو تقریبا منع کردیا *

علماے وقت اور اخبارات کي طرف سے فتوی کي تائید

جس وقت مفتي مصر کے اس فتوی پر نکتہ چیني شروع کي گئي ' تو اہل علم کے ایک گروہ کثیر نے اُس کي تردید کرنا شروع کي اور وہ اخبارات میں مضامین لکھنے لگے ' جن میں دلائل اور براہین ساطعہ سے فتوے کي تائید ہوتي تھي — منجملہ ان اخبارات کے الاہرام ' المقطم اور وطن

روزانه اور الاسلامیہ، التمدن، المؤید، الممتاز اور الرایدالعثمانی هفته وار هیں —
المقطم میں کسی عالم کی ایک چٹھی شایع هوئی هی جس میں اُس
نے علماء اور بعض اخبارات سے شکایت کی هی که انہوں نے اس موضوع
میں اپنے خیالات سے عام مسلمانوں کو مستفید نہیں کیا — یہه مضمون
نہایت عمدگی کے ساتھه لکھا گیا هی مگر راقم مضمون نے اس مسئله کو بہت
کچھه اهمیت دی هی حالانکه یہه بالکل معمولی اور ایک چھوٹا سا مسئله
هی اور سواے سیاسی اخبار کے کسی نے اُس میں اختلاف نہیں کیا —
یہی وجه هی که المقطم میں ایک عالم نے اس کے جواب میں لکھا هی که
" حقیقت یہه هی که علما نے مسئله زیر بحث میں اس لیئے سکوت
اختیار کیا که سوال و جواب بالکل صاف اور واضح هیں اور ان اعتراضات
کی تردید کی مطلق ضرورت نہیں هی جو معترض نے فتوی پر وارد کیئے
هیں — کیونکه شریعت کے اعتبار سے فتوی پر کوئی غبار نہیں معلوم هوتا —
اصل مسئله یہه هی که " ایک ذبیحه کے سر پر اول کلاڑهی ماری گئی
اس کے بعد ذبح کیا گیا وه ذبیحه حلال هی یا نہیں " کیا سائل کے اس
قول کے بعد که " ذبح کیا گیا " یہه خیال هوسکتا هی که وه میته یاموقوذه
هی ؟ هرگز نہیں " *

جبکه هم اس مقام پر لکھه رهے تھے همارے پاس ایک جدید اخبار
پہونچا جس کا نام واعظ هی — اس اخبار میں ایک مغربی عالم کا
آرٹیکل هماری نظر سے گذرا جو بغرض اداے فریضه حج مکه معظمه کو
جا رهے اور اثناے راه میں چند روز کے لیئے قاهره میں ٹھہرے تھے — جب
فتوی کی نسبت اخبارات کی تحریریں ان کی نظر سے گذریں تو یہه آرٹیکل
انہوں نے تحریر کرکے اخبار میں شایع کیا — اس کا اقتباس هم اُس
مقام پر درج کرنا مناسب خیال کرتے هیں *

وه لکھتے هیں که " اے مسلمانو ! امام وقت شیخ محمد عبده مفتی
مصر کے فتوی کی نسبت جو قیل و قال هو رهی هے کیا اُس کی تم کو
اطلاع هی اور المنار نے علماء اور فقہا کے اقوال اور صحابه کے آثار اور رسول
خدا صلی الله علیه وسلم کی جسقدر حدیثیں نقل کی هیں کیا وه تمہاری
نظر سے گذری هیں ؟ اور گذشته صدی کے اوائل میں جو واقعه مصر میں

پیش آیا تھا وہ تمکو معلوم ہی — غور کرو اور دیکھو — اس زمانہ میں حالت کیسی بر عکس نظر آتی ہی ' اور دین علماء کے ہاتھوں ایک ایسا آلہ بن گیا ہی جس کے ذریعہ سے وہ ان چیزوں کو حرام ٹھہراتے جنکو اُنکے آبا و اجداد نے حلال ٹھہرایا تھا ' اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور جمہور فقہا اور صحابہ اور تابعین کے اقوال کی مطلق پروا نہیں کرتے — یہہ اس امر کی دلیل ہی کہ مسلمانوں کی قوم سخت جہالت میں مبتلا ہی — مجھکو معلوم نہیں کہ یہہ جہالت قوم کو اسفل السافلین میں پہونچا کر چھوڑیگی یا یہہ افسوس ناک حالت رفتہ رفتہ زایل ہوجاویگی *

مسلمانوں میں ایسے لوگ کہاں ہیں جو مثل امام وقت کے جمہور کی راے کے مطابق مذہب کے تائید اور حفاظت کرتے ہوں اور اُسکی اصلاح کے خواستگار ہوں — کیا ان کی راے کی تردید دوسرے کی راے سے ہوسکتی ہی اور کیا ایک مذہب کی بنا پر دوسرے مذہب پر اعتراض کیا جاسکتا ہی ؟ *

ہماری شریعت میں فقہا اور ائمہ کے اقوال کے مختلف ہونے میں یہہ حکمت ہی تاکہ ہر زمانہ میں علماء ان اقوال پر عمل درآمد کرسکیں جو اُس زمانہ میں قوم کی حالت کے مناسب ہوں ' اور شریعت جو نہایت وسیع ہی خدا کی مخلوق پر تنگ نہوجاے — کیونکہ یہہ ایک ایسی شریعت ہی جسکی نسبت مسلمان اور عقلاے نصاری اُمید کرتے ہیں کہ عنقریب تمام روے زمین کے لیئے ایک عام شریعت ہوگی — جیسا کہ خدا نے فرمایا ہی " واللہ متم نورہ " اور فرمایا ہی " لیظہرہ علی الدین کلہ " کیا ہم کو مناسب ہی کہ ایسی شریعت پر تنگی کا الزام لگاویں — علماء کی یہہ عادت رہی ہی کہ ضرورت کے وقت ضعیف قول کو قوی کرلیتے ہیں اور اُسپر عمل کرتے ہیں ' حالانکہ امام وقت کے فتوی کی بنیاد اس قاعدہ پر نہیں ہی *

ہم فقہ کی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کہ کوئی شخص قاضی اور مفتی کے عہدہ پر مقرر نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مثل ائمہ اربعہ کے اجتہاد کا مرتبہ نہ رکھتا ہو ورنہ اُسکو قاضی یا مفتی بنانا باطل ہوگا — اور جب علماء سے مجتہدین کی بابت پوچھا جاتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے کہ اجتہاد

کا سلسلہ چھٹی صدی سے منقطع ہوگیا ہی ' اور اس کے بعد جسقدر قاضی اور مفتی ہیں وہ بوجہہ ضرورت کے ہیں — گویا کہ انہوں نے اپنے اس قول سے اُمت محمدیہ کی نسبت فنا و زوال کا حکم لگادیا ہی ' اور فیصلہ کردیا ہی دنیا سے شریعت کے آثار مٹ جاویں اور سیاسی قانون اُسکے قایم مقام ہوجاوے *

جس جانور کو شکاری کتوں نے زخمی یا قتل کیا ہی قرآن مجید نے اُسکو حلال ٹھہرایا ہی ' اور خدا کو معلوم ہی کہ انسان ہر طرح حیوان سے افضل ہی ' اسی لحاظ سے اُس نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہی۔ ورنہ وہ شریعت کی نظر میں کتوں سے بھی بدتر قرار پاتے - بلاشک و شبہہ خدا اس عیب سے منزہ ہی کہ وہ ایسے مذہب میں جس کی شریعت تمام گذشتہ شرائع کی متمم ہی انسان کو حیوان سے بد تر قرار دے — حالانکہ یہہ مذہب تمام روے زمین کے لیئے نازل ہوا ہی ' اور اُس نے اہل کتاب کے ساتھہ مناکحت اور معاشرت اور دوستی اور عہد و پیمان کرنے کو جایز قراردیا ہی ' اور اُس کے قتل پر دیت واجب کی ہی - اور اُس برتن میں کھانا ہمارے لیئے ہرگز جائز نہیں کیا جس میں کتے نے منھہ ڈالا ہو تاوقتیکہ وہ مٹی سے مانجکر سات بار پانی میں نہ دھولیا جاوے *

میں خیال کرتا ہوں کہ اب ہماری حالت اسقدر پست ہوگئی ہی کہ اہل یوروپ ہماری باتوں پر ہنستے ہیں - وہ ہم کو وحشی اور ہمارے دین کو دین و ہوش کہتے ہیں — کیا ہمارے مذہب کے اعتبار سے ٹرنسوال کے نصرانی کتوں سے بھی بدتر ہیں ؟ یہہ نہایت تعصب اور سخت جہالت کی بات ہی *

ذبح کرنے کا معمولی طریقہ جو اس وقت شائع ہی ' کاش اُس کی حکمت ان علماء کو معلوم ہوتی جو اُس فتوی سے اختلاف کرتے ہیں — ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حیوان کو خواہ کسی طرح قتل کیا جاوے وہ موصل الی المقصود ہوتا ہی - لیکن یہہ خدا کی حکمت اور اُسکی رحمت اور رافت ہی جو ہم پر اور حیوانات پر مبذول ہی کہ اُس نے ہمارے اور حیوانات کے درمیان ایسی عادلانہ تقسیم کی ہی — اُس نے ہمارے لیئے ان تمام چیزوں کو حرام کیا ہی جنکو جانور اپنے لیئے شکار

کریں یا اپنی موت سے مرجائیں تاکہ وہ حیوانات کے حصہ میں رهیں اور وہ ان کو کھائیں — گویا کہ خدا نے همارے لیئے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ هم ایسی چیز کھائیں جس کے حاصل کرنے کے لیئے هم نے بالقصد کوشش نہیں کی *

عقلمندوں کے لیئے یہہ بات قابل افسوس هی کہ هم نہایت ضروری اور مہتم بالشان امور کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث و گفتگو کرتے هیں ' اور ان امور کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے جو هماری قومی خصوصیتوں کو باطل کرنے والی اور همارے دینی معتقدات کے اصول کو درهم برهم کرنے والے هیں — نہایت شرم کا مقام هی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر آئے دن هم میں جوتی پیزار رهتی هی — جو سرگرمی هم ان لغو مباحث میں ظاهر کرتے هیں کاش اُس کو هم صنعتوں اور حرفتوں کے حاصل کرنے میں ظاهر کرتے جو فرض کفایہ هی اور جن کا قرآن مجید میں حکم هی *

اهل یورپ تمهارے ممالک میں داخل هوگئے هیں اور ان کی مداخلت تمهارے جسموں اور تمهارے دلوں تک سرایت کر گئی هی — تمهارے گھروں میں کھانے پینے اور پہنے اور استعمال کرنے کی جس قدر نئی چیزیں هیں وہ سب اُنهیں کی صناعیوں کے نتیجہ هیں - تم کیونکر ان سب چیزوں کو حلال سمجھتے اور ٹرنسوال کے غریب مسلمانوں کے لیئے انگریزی ٹوپی کا پہننا حرام ٹھیراتے هو جو کسی قسم کی قوت اور استقلال نہیں رکھتے اور محض ضرورت کی وجہ سے اُس کو استعمال کرتے هیں — افسوس کہ اب علم کا انحصار صرف ظاهری باتوں پر رهگیا هی حقائق سے مطلق سروکار نہیں رہا " *

فتوے کی تائید حنفی مذهب سے

هم گذشتہ نمبر میں اس امر کا اشارہ کرچکے هیں ' کہ اس فتوے کی تائید کتاب و سنت اور سلف صالحین کے عمل سے هوتی هی اور تسمیہ کے مسئلہ میں حنفیہ کا اختلاف کوئی چیز نہیں هی — اس کے بعد هم نے مناسب خیال کیا کہ اس موضوع میں حنفیہ کے بعض اقوال

نقل کریں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجاوے کہ مفتی مصر کا یہہ فتوے حکومت مصر کے مذہب کے موافق هی — اس مقصد کے لیئے هم نے فتاوي حامدیہ کي طرف رجوع کي تهي مگر اس کے بعد همارے پاس ایک حنفي عالم کي طرف سے جو جامع ازهر کے تعلیم یافتہ هیں ایک تحریر موصول هوئي هی جس میں اُنهوں نے فتوے کي تائید کتب تفسیر اور اقوال علماے سلف سے کي هی — اس تحریر کا خاتمہ هم اس مقام پر نقل کرتے هیں *

" اس امر کي توضیح کرنا باقي رهگیا هی کہ یہہ فتوے فروع حنفیہ کے مطابق هی : العقود الدریہ في تنقیح الحامدیہ تالیف علامہ مرحوم سید محمد ابن عابدین میں لکها هی کہ " کتابي جو عرب کا باشندہ هو اُس کے ذبیحہ کي نسبت سوال کیا گیا هی کہ وہ مطلقا حلال هی یا نہیں — اُس کا جواب یہہ هی کہ کتابي کا ذبیحہ حلال هی — کیونکہ اُس کے لیئے صرف یہہ شرط هی کہ ذبح کرنے والا توحید کا اعتقاد رکهتا هو خواہ حقیقتا جیساکہ مسلمان رکهتے هیں یا ادعاءً جیسا کتابي — اور نیز اس لیئے کہ کتابي خدا کي ایک کتاب پر ایمان رکهتا هی اور اُس کے ساتهہ مناکحت حلال هی — اور اهل کتاب کے درمیان کوئي فرق اور کوئي خصوصیت نہیں هوسکتي خواہ وہ یہودي هو، یا نصراني، ذمي هو یا حربي، عربي هو یا تغلبي — کیونکہ قرآن مجید کي آیت میں اطلاق هی خدا نے فرمایا هی " و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " یہاں طعام سے مراد وہ طعام هی جس کا تذکیہ کیا گیا هو — امام بخاري نے ابن عباس سے روایت کیا هی کہ طعام اهل کتاب سے مراد ان کا ذبیحہ هی اس کے بعد لکها هی کہ " یہہ حکم اُس وقت هی جبکہ کتابي کي نسبت یہہ بات نہ معلوم هو کہ وہ خدا کي سوا مسیح یا عزیر کا نام پکارتا هی — اور اگر معلوم هو تو اُس کا ذبیحہ حلال نہوگا " آگے چلکر لکها هی کہ " لیکن شمس الائمہ کي مبسوط میں آیا هی کہ کتابي کا ذبیحہ مطلق حلال هی خواہ وہ خدا کا نام پکارے یا اقانیم ثلاثہ کا نام لے یا خاموش رهے " *